مختلف دساتیر انسانی و تعلیمات اسلامی کے تناظر میں
حقوق نسواں کا تقابلی مطالعہ

بشریٰ تشرف
لیکچرر، شعبۂ اسلامیات، جناح یونیورسٹی برائے خواتین، ناظم آباد کراچی

کائنات میں اللہ رب العالمین نے زندگی کا نظام چلانے کیلئے مرد کے ساتھ ہی عورت کو پیدا کیا اس کا دائرہ کار متعین کیا اور پھر اس نظام زندگی کو چلانے کیلئے مرد اور عورت کے حقوق و فرائض متعین کئے جس میں ہر ایک صنف اپنا حصہ وصول کرنے کے ساتھ ساتھ دوسری صنف کے فرائض بھی ادا کرنے کی پابندی ہے تاکہ کسی ایک میں بھی احساس محرومی اور ردعمل پیدا نہ ہو۔انسان اور انسانی تہذیب جہاں بھی اپنی فطری کمزوری کے سبب افراط و تفریط کا شکار ہوتی ہے وہاں معاشرے میں بگاڑ پیدا ہونا شروع ہو گیا۔قدیم جاہلیت نے مرد کی برتری ثابت کرنے پر سارا زور لگا دیا۔اور جدید جاہلیت نے ردعمل کا شکار ہو کر عورت کو برابری کی دوڑ میں شریک کرنا چاہا لیکن وہ اپنی حیثیت سے آگے نکلی کہ اب اسے بالمقابل کھڑا مرد سست لگ رہا ہے۔ان ادوار کے درمیان دورِ اسلام کو اگر ہم دیکھتے ہیں تو وہاں سورۃ التکویر کی آیت ہمارے سامنے آجاتی ہے۔

واذا الموء دۃ سئلت بایّ ذنب قتلت.

''اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنا دی گئی ہو پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے جرم میں ہلاک کی گئی''(۱)

سورۃ التکویر کی اس آیت کی صدا سے جو مقدمہ اللہ کی عدالت میں درج ہوتا ہے۔اس کے جواب میں اسلام میں کائنات پر عورت کی عظمت اور اس کا مقام ہر مرد کا جز ولاینفک بنا کر دونوں کے درمیان حقوق و فرائض کا جو متوازن نظام تشکیل دیا وہ قابل عمل بنایا گیا جو آج بھی بھٹکی ہوئی انسانیت کے رہنما اصول ہیں۔کیونکہ اسلام ایک مضبوط پائیدار معاشرہ کی بقاء چاہتا ہے۔اس کیلئے خاندان کا استحکام معاشرہ کا استحکام اور خاندان کی بربادی معاشرہ کی بربادی ہے۔اسلام خاندان کی تعمیر و تشکیل کیلئے بہت ہی مضبوط بنیادیں فراہم کرتا ہے اور ان اسباب و عوامل سے اسے محفوظ رکھنا چاہتا ہے جو اسے کمزور یا منہدم کر کے رکھ دیں اس کا ایک پورا نظام اس نے قائم کیا اور اس کی تفصیلات بتائی ہیں اور حدود و ضوابط متعین کیے ہیں۔وہ اس بات کی شدت سے تاکید کرتا ہے کہ اس نظام کو جوں کا توں رکھا جائے اور اللہ کے قائم کردہ حدود کو توڑا جائے۔اس نظام میں عورت کی بنیادی اہمیت ہے اور وہ اس کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے اس میں اس کے حقوق بھی

ہیں اور فرائض بھی اگر وہ اس سے کنارہ کش ہو جائے اور یکسوئی کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں ادا نہ کرے تو یہ نظام بکھر جائے گا وہ اسی وقت باقی رہ سکتا ہے جب عورت اسے اپنی سعی جدّ وجہد اور توبہ کا مرکز بنائے رکھے۔

اس کے برعکس مغربی دنیا نے اسلام کو نقصان پہنچانے کی خاطر مسلمانوں میں جو چیز سب سے زیادہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے وہ دنیا کی محبت مسلمانوں کے دل میں راسخ کرنا ہے آج حالات یہ ہیں کہ جس طرح مغرب کا موجودہ مذہب اور دلوں اور روحوں کی حکمران مادیت پرستی ہے اسی طرح مسلمانوں کی اکثریت بھی اسی گورکھ دھندے میں پھنس چکی ہے۔

مغربی دنیا نے مسلم دنیا پر یلغار کی خاطر جن تین محاذ پر بالخصوص کام کیا ہے وہ دنیا کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کرنا، اخلاقی اقدار کا خاتمہ کرنا، اور آزادی نسواں کا نعرہ بلند کر کے مسلمان عورت کو چادر اور چار دیواری کے تقدس سے باہر نکالنا ہے مسلمان ممالک میں ان تین محاذوں پر مغرب نے جو کامیابی حاصل کی ہے اس کا درست تجربہ ہم مسلمان ممالک کی اندرونی حالت دیکھ کر کر سکتے ہیں۔(۲)

اسلام میں حقوق اور فرائض باہمی طور پر مربوط ہیں اور ایک دوسرے پر منحصر تصور کئے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام میں فرائض، واجبات اور ذمہ داریوں پر بھی حقوق کے ساتھ ساتھ یکساں زور دیا گیا ہے اس تناظر میں اسلامی شریعت کے ان اہم مآخذ ومصادر میں انسانی فرائض وواجبات کو کس قدر اہمیت دی گئی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

واعبدالله ولاتشركوا به شيأ بالوالدين احساناً وبذى القربىٰ واليتمىٰ والمسكينٰ والجارذى القربىٰ والجارالجنب والصّاحب بالجنب وابن السّبيل وماملكت ايمانكم انّ الله لايحب من كان مختالًا فخوراً.

''اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتے داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور نزدیکی ہمسائے اور اجنبی پڑوسی اور ہم مجلس اور مسافر سے اور جن کے تم مالک ہو چکے ہو (ان سے نیکی کیا کرو) بیشک اللہ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو تکبّر کرنے والا (مغرور) فخر کرنے والا (خود بین) ہو''(۳)

نبی کریم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے باہمی تعلق کو بڑی تاکید سے بیان کیا گیا ہے۔

عن معاذبن جبلؓ قال: قال رسول الله ﷺ يا معاذ اقدرى ماحق الله على العباد، قال الله ورسوله اعلم! قال ان يعبد الله ولايشرك به شيأ، قال اقدرى ماحقهم عليه اذا فعلوا ذلک فقال الله ورسوله اعلم قال ان لا يعذبهم.

''حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کے بندے پر کیا حق ہیں؟

حضرت معاذؓ نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ پر بندوں کا کیا حق ہے؟۔ حضرت معاذؓ نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ (اپنے ایسے) بندوں کو عذاب نہ دے۔ (۴)

اسی طرح حضور کریم ﷺ نے اہل ایمان کو تلقین فرمائی ہے کہ وہ ان فرائض کو ادا کریں جو ان پر ان کے والدین، بچوں، عورتوں، ان کے پڑوسیوں، غلاموں اور ذمیوں وغیرہ کی طرف سے عائد ہوتے ہیں۔

سورۃ الحجراۃ کی ایک آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

یاایھاالناس انّاخلقنکم من ذکر وّانثیٰ وجعلنکم شعوبا وّقبآئِل لتعارفوا انّ اکرمکم عنداللّٰہ اتقکم انّ اللّٰہ علیم خبیر.

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہاری شاخیں اور قبیلے بنا دیے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک اللہ کے نزدیک تو تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو، بیشک اللہ سب کچھ جانتا باخبر ہے'' (۵)

اسی طرح خطبہ حجۃ الوداع میں واضح الفاظ میں اعلان فرمایا۔

یا ایھاالناس الا ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لافضل لعربی علی عجمی ولالعجمی علی عربی ولا لاحم علی أسود ولالاسود علی احمر الا بالتقوٰی.

''اے لوگو! خبردار ہو جاؤ کہ تمہارا رب ایک ہے اور بیشک تمہارا باپ آدمؑ ایک ہے، کسی عرب کو غیر عرب پر اور کسی غیر عرب کو عرب پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی سفید فام کو سیاہ فام پر اور نہ سیاہ فام کو سفید فام پر فضیلت حاصل ہے سوائے تقویٰ کے''

مفکر اسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنی کتاب (اسلام میں انسانی حقوق) میں تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

احترام آدمیت اور نوع بشر کی برابری کے نظام کی بنیاد ڈالنے کے بعد اسلام نے اگلے قدم کے طور پر عالم انسانیت کو مذہبی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی شعبہ ہائے زندگی میں بے شمار حقوق عطا کیے۔ انسانی حقوق اور آزادیوں کے بارے میں اسلام کا تصور آفاقی اور یکساں نوعیت کا ہے۔ جو زماں و مکاں کی تاریخی اور جغرافیائی حدود سے ماورا ہے۔ اسلام میں حقوقِ انسانی کا منشور اس اللہ کا عطا کردہ ہے جو تمام کائنات خُدا ہے اور اس نے یہ تصور اپنے آخری پیغام میں اپنے آخری نبی آنحضرت ﷺ کی وساطت سے دیا ہے۔ اسلام کے تفویض کردہ حقوق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام کے طور پر عطا کیے گئے ہیں اور ان کے حصول میں انسانوں کی محنت اور کوشش کا کوئی عمل دخل نہیں۔ دنیا کے قانون سازوں کی طرف سے دیئے گئے حقوق کے برعکس یہ حقوق مستقل بالذات، مقدّس اور ناقابل تنسیخ ہیں ان کے پیچھے الٰہی منشا اور ارادہ کار

فرما ہے اس لیے انہیں کسی عذر کی بناء پر تبدیل، ترمیم یا معطل نہیں کیا جا سکتا ایک حقیقی اسلامی ریاست میں ان حقوق سے عام شہری مستفیض ہو سکیں گی۔ اور کوئی ریاست یا فردِ واحد ان کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی وہ قرآن وسنت کی طرف عطا کردہ بنیادی حقوق کو معطل یا کالعدم قرار دے سکتا ہے۔(۶)

اسلام کا سورج جہالت کی تاریکیوں میں طلوع ہوا۔ اس نے تمام عالم کو روشن کیا۔ اور اس کی ضیا پاش کرنوں سے ایک صبح نور ظہور پذیر ہوئی، مظلوم و مقہور انسانیت پستیوں سے اٹھی۔

انتہا پسندی اختتام کو پہنچی اور انسان کو صحیح مقام ملا۔ لوگوں کو صرف وہ حقوق دیے گئے جو قانونی طور پر ان کے لیے عرصہ دراز سے ظلم کا شکار خواتین کا طبقہ اسلام کی بدولت طاقتور بنا۔ عورتوں کو مقامِ فضیلت وعظمت بخشا گیا۔ بدعنوانی اور ظلم وستم کے تمام راستے بند کر دیے گئے۔ خواہش نفس کی تسکین کے دروازے بند کر کے قانونی دروازے کھولے گئے اور اس کو نکاح کے ضابطے سے محدود کیا گیا اور نسل انسانی کو بڑھانے کے صحت مند طریقے کو باقی رکھا گیا۔ انسانیت کو ممنوع قرار دیا گیا اور ازدواجی زندگی کو مقدس اور لازمی بنایا گیا۔

یـاایّها النّاس اتّقوا ربّکم الّذی خلقکم مّن نّفس وّ احدة وّخلق منها زوجها وبثّ منهـمـا رجـالاً کثیرا وّنسآء واتّقوالله الّذی تسآئلون به والارحام انّ الله کان علیکم رقیبا.

عورتوں کے حقوق کے متعلق قرآن کی آیت نازل ہوئی۔

''لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد وعورت دنیا میں پھیلا دیے''(۷)

اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ عورت اور مرد ایک ہی سمندر کی دو لہریں ہیں اور یہ خیال کہ ایک دوسرے یا دوسرا پہلے سے بہتر یا بدتر ہے ایک فاسد خیال ہے۔(۸)

درج بالا آیت یہ بھی واضح کرتی ہے کہ عورت کو کمتر مخلوق سمجھنا اس سے کمتر مخلوق سمجھنا یا کمتر مخلوق کا برتاؤ کرنا سراسر غلط ہے عورت اور مرد دونوں کو ایک جوڑے سے پیدا کیا گیا اور ان دونوں سے لاکھوں کروڑوں لوگ پیدا ہو گئے۔ عورت کوئی الگ مخلوق تو نہیں بلکہ اسی طرح کی ایک انسان ہے جس طرح مرد ہے۔ ان کا مصدر و ماخذ ایک ہے۔ ان کے درمیان اختلاف کیسے ہو سکتا ہے؟ بلکہ ایک دوسرے کی مدد کرے اور ایک دوسرے کے مقام کو سمجھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یـایهـا الـنـاس انّـا خـلـقـنـکم من ذکروّ انثیٰ وجعلنکم شعوباً وقبائِل لتعارفوا انّ اکرمکم عندالله اتقکم.

''لوگو ہم نے تم کو ایک مرد سے اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک

دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار ہے"(۹)

ظہورِ اسلام سے قبل عورت کو بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر اسے پیٹا جاتا تھا۔ اور سخت سزائیں دی جاتی تھیں، اسلام نے آ کر عورت کو بلا وجہ مار پیٹ سے روک دیا۔

عرب عام طور پر معاشی بدحالی کا شکار تھے۔ بارش کی کمی کے باعث کھیتی باڑی نہ ہوسکتی تھی۔ اس لئے لوگوں کا عام پیشہ اونٹ اور بھیڑ بکری پالنا تھا۔ اونٹ عربوں کی بہت بڑی دولت تھی مویشی پالنے کے علاوہ کچھ لوگ دوسرے ممالک سے بھی تجارت کرتے تھے چونکہ اہلِ عرب روز مرّہ کی چیزوں کو اپنے ہاتھ سے تیار کرنے کو باعثِ شرم سمجھتے تھے۔ اس لیے صنعت و حرفت سے واقف نہ تھے۔ یمن میں البتہ چادریں اور کمبل بنائے جاتے تھے، اسکے علاوہ کہیں کہیں آلاتِ جنگ بھی تیار کیے جاتے تھے۔

زمانہء جاہلیت کے عربی معاشرہ میں عورتوں کو اچھی خاصی آزادی حاصل تھی۔ عورت کاروبار اور تجارت کرسکتی تھی، حضرت خدیجہؓ کی مثال ہمارے سامنے ہے عرب عورتیں مردوں کے ساتھ میدان جنگ میں جاتیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور لڑائی کے وقت مردوں کو بہادری اور بے فکری سے لڑنے پر اکساتی تھیں، مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل تھی، مرد جتنی بیویاں چاہے رکھ سکتا ہے۔ بعض قبائل میں کسی شخص کے مرنے پر اس کی بیویاں لڑکے کے حصّے میں آ جاتی تھیں۔ صرف حقیقی ماں مستثنیٰ تھی۔ عرب معاشرہ میں عورت کو ورثہ نہیں ملتا تھا۔

شراب نوشی عربوں کی گھٹی میں پڑی تھی۔ شراب نوشی کا ذکر اپنے اشعار میں فخریہ کرتے تھے۔ اور قمار بازی بہت عام تھی، سودکاری پر کوئی پابندی نہ تھی ضرورت پڑنے پر لوگ اپنے بیوی بچے رہن رکھ کر رقم حاصل کر لیتے تھے افلاس اور عار کی وجہ سے بعض قبیلے لڑکیوں کو پیوند خاک کر دیتے تھے۔ جب کسی بچی کے ہاں بچی پیدا ہوتی تو اس کا سر ندامت سے جھک جاتا، بے حیائی کا یہ عالم تھا کہ مرد و زن ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ غلامی کا رواج عام تھا۔ غلاموں کی حالت بے حد خراب تھی۔ ان کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔(۱۰)

اسلام میں خاندان، برادری، محلے، شہر، ملک اور بحیثیتِ مجموعی پوری نوع انسان تک پھیلے ہوئے تعلقات کے یہ چھوٹے بڑے دائرے اس حقوق و فرائض کا تعین کرتے ہیں۔ ماں، باپ، بیٹے، بیٹی، استاد، شاگرد، مالک و ملازم، تاجر و خریدار اور شہری حکمران ان کی بے شمار مختلف حیثیتوں میں اس پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں اور ان فرائض کے مقابلے میں وہ کچھ حقوق کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔

جبکہ اسلام میں عرب و روم و ایران کے معاشروں، یہودیت، عیسائیت اور دیگر تمام مذاہب کے اس تصور کو رد کرتے ہوئے کہ عورت ایک کم جنس ہے یا ثانوی حیثیت رکھتی ہے قرآن کریم نے ان دونوں کی اصل کو "نفس واحدہ" کی اصطلاح

استعمال کر کے یہ اعلان کر دیا کہ اپنی اصل ہیئت تخلیقی وترکیبی (constitution) کے لحاظ سے دونوں کا مادہ ایک ہی نفس ہے۔اس لیے کہ دوسرے پر برتری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ پھر یہ بات بھی واضح فرمادی کہ رشتہ ازدواج کا قائم کرنا بھی تقویٰ ہے یہی وجہ امتیاز ہے جنسی فضیلت کی بنیاد نہیں ہے اور جنس کی بنیاد پر حقوق کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا اس چیز کو قرآنِ کریم نے اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی یا آیت قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ '' ومن ایتہٖ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنو االیھا وجعل بینکم مودّۃ وّرحمۃ'' یہ رشتہ تفریق اور کم تری یا برتری کا نہیں بلکہ مودۃ رحمت کا ہے۔(۱۱)

شوہر اور بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں۔یعنی دونوں ایک دوسرے کے لیے باعثِ تحفظ عزت، باعثِ سکون، باعثِ رحمت اور باعثِ زینت ہیں، گویا قرآن کریم نے حقوق کے حوالے سے اس بنیادی بے راہ روی کو جو نہ صرف ظہور اسلام کے وقت بلکہ آج مغربی تہذیب کی پہچان کہی جا سکتی ہے رد کر دیا اور حقوق پر عورتوں اور مردوں میں کسی قسم کی تفریق کو جائز قرار نہیں دیا۔

> ''اگر خالص قانون نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو قرآن کریم کا حکم ہے کہ چور مرد ہو یا عورت دونوں کا ہاتھ کاٹا جائے یہ ثابت کرتا ہے کہ قانون کی نگاہ میں سزا کی بنیاد تصدیق جرم ہے نہ کہ جنس۔ یہ نہیں کہا گیا کہ مرد کا ایک ہاتھ کاٹو اور عورت کے دو یا یہ کہ مرد کا پورا ہاتھ کاٹو اور عورت کی صرف اڑھائی انگلیاں یا آدھا ہاتھ''

اسلام کے آفاقی قرآنی اصولوں سے لاعلمی کے سبب مسلمان جنس بے اعتدالیوں کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ان کا حقیقی حل اسلام کی تعلیمات کے صحیح فہم اور تطبیق میں ہے۔سورۃ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے جنسی تفریق کی جگہ عملِ صالح (ethecality) اور تقویٰ (good conduct) کو معیارِ فضیلت وکامیابی قرار دے کر روایتی مشرقیت اور مغربیت دونوں سے آزاد ہو کر ایک روایت عدل کو متعارف کراتے ہوئے یوں کہا۔

> ''یقیناً جو مرد اور عورتیں مسلم ہیں، مومن ہیں، مطیع فرمان ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزے رکھنے والے ہیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں اللہ نے ان کیلئے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے''

یہاں پر جنسی تفریق کی جگہ عمل صالح کو بنیاد قرار دے کر اسلام نے مشرق ومغرب کی روایات کو پیچھے چھوڑتے ہوئے اخلاق وعمل کو وجہ فضیلت قرار دیا۔

دنیا کے حصول کی خواہش جب کہ فکرِ آخرت کو دھندلا دے تو پھر اس معاشرے کا وجود جس کی بنیاد ہی اخروی فلاح ہے، خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام جو معاشرت اور اخلاقی واقدار ہمیں عطا کرنا چاہتا ہے۔وہ آج ہمیں اپنے اِردگرد مفقود نظر آتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِنّاللّٰہ یامر بالعدلِ و الاحسان.

''بیشک اللہ تمہیں عدل واحسان کا حکم دیتا ہے''

عدل واحسان اور فرائض وحقوق کا درس ہمیں احادیث سے بھی ملتا ہے۔

حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے کسی مسلمان کا کوئی حق مارا، اللہ نے اس پر آگ واجب کر دی اور جنّت حرام کر دی، ایک آدمی نے پوچھا، اگر چہ کوئی بالکل معمولی چیز ہو، آپ ﷺ نے فرمایا اگر چہ ایک پیلو کی لکڑی ہی ہو۔

آج معاشرے میں ہر جگہ عدل وانصاف، ایمانداری، رشتوں کے تقدس، سادگی اور باہمی معاملات لین دین میں احسان کے سلوک کے بجائے، خودغرضی، بے ایمانی اور ناانصافی کا دور دورہ نظر آتا ہے۔ جس کے پاس دولت اور اثرِ رسوخ ہے وہ تمام حقوق کا حقدار ٹھہرتا ہے اور جو ان چیزوں سے محروم ہیں وہ کوڑے کے ڈھیر پہ کاغذ کے ٹکڑے چنتا پھرتا ہے وہ معاشرہ جہاں مسلمانوں تو مسلمان غیر مسلموں کے حقوق کا بھی خیال رکھا جاتا تھا۔ آج اپنی اصل سے ہٹنے کے بعد خود مسلمان کو بھی انصاف فراہم کرنے اور اس کے حقوق کی ادائیگی سے گریزاں ہے۔ معاشرے میں ہر طرف انتشار، بدامنی اور بے چینی نظر آتی ہے، خاندانی نظام مغربی تہذیب کی یلغار کے زیرِ اثر رفتہ رفتہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہا ہے، والدین اور اساتذہ جنہیں اسلام عزت کے اعلیٰ مراتب عطا فرماتا ہے، ان کا احترام مٹتا جا رہا ہے، تصنع، بناوٹ دکھاوے کا رجحان ایک دلدل کی طرح لوگوں کو اپنے اندر گھسیٹ رہا ہے، ہر نئی آنے والی نسل اپنی اصل سے دور ہوتی جا رہی ہے اور ایک ایسی منزل کی طرف چل نکلی ہے جس میں اس کا مقدر اندھیروں کے سواء اور کچھ نہیں۔

مختلف مذاہب میں عورت کی حیثیت ومقام

عورت اور مرد کی قوتوں اور صلاحیتوں کا یہ فرق تاریخ کے بیشتر ادوار میں عزّت اور ذلّت کا معیار بن گیا ہے۔ مرد زور اور قوت رکھتا ہے اور ایسے کام بآسانی کر گزرتا ہے جن کو عورت اپنی حد استطاعت سے باہر سمجھتی ہے اس لیے اس کو ارفع واعلیٰ سمجھ لیا گیا اور اس کے مقابلے میں عورت کی حیثیت فروتہ قرار پائی کیونکہ وہ کمزور ہے اور بہت سے معاملات میں وہ مرد کی دست نگر ہے۔ چنانچہ جو ممالک اپنے عدل وانصاف میں مشہور تھے۔ جہاں شب وروز اخلاق کے درس دیے جاتے ہیں اور انسانی حقوق کی تعلیم ہوتی تھی وہاں بھی مرد کی برتری ایک مسلمہ حقیقت تھی اور عورت کو ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس کو جانوروں کی طرح خریدا اور بیچا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ بعض اوقات اس کو ان حقوق سے بھی محروم رکھا جاتا تھا جس سے اس زمین پر سانس لینے والا ہر متنفس بہرہ مند ہے۔

عورت کا مقام یونانی اور روحی تہذیب میں

یونانیوں اور رومیوں نے تہذیب وتمدن اور علوم وفنون میں اس قدر ترقی کی کہ اس بنیاد پر بہت سی تہذیبیں اور بہت سے علوم وجود میں آئے لیکن ان کے ہاں عورت کا مقام بہت ہی پیش تھا وہ اس کو انسانیت پر بار سمجھتے تھے اور اس کا مقصد ان

کے نزدیک سوائے اس کے کچھ نہیں تھا کہ خادمہ کی طرح گھر والوں کی خدمت کرتی ہے۔(۱۲)

اہلِ یونان اپنی معقولیت پسندی کے باوجود عورت کے بارے میں اپنے تصورات رکھتے تھے کہ ان کا قول تھا ''آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کے شر کا مداوا رمحال ہے''(۱۳)

مغرب میں عورت کے بارے میں نقطۂ نظر ہمیشہ بدلتا رہتا ہے کبھی اسے زندوں کے بجائے گری پڑی بے جان شے اور گناہ اور برائی کی دعوت دینے والی شیطان مرد قرار دیا گیا ہے کبھی اسے معاشرے کا سردار اور معاشرتی اقدار پر حکمران تسلیم کیا گیا۔اور کبھی اسے مجبور کیا گیا کہ وہ زندہ رہنے کے لیے جدوجہد کرے، مشقت اٹھائے اور کام کرے اور حمل رضاعت وتربیت کے دکھ بھی جھیلے۔(۱۴)

اسی طرح منفی تعلق دو انتہائیوں کے درمیان حرکت کرتا رہا ایک مرتبہ صرف اسے حیوانی تعلق سمجھا گیا پھر شیطانی گندگی اور نجاست خیال کیا گیا اور پھر دوبارہ حیوانی تعلق خیال کیا گیا یہ سب کچھ ہوا مگر مغرب کے جاہلی نظام ہائے حیات میں کبھی اس مسئلہ میں ایسا کوئی معتدل رویہ اختیار نہیں کیا گیا جو انسان کی فطرت کے مناسب ہو ان کے یہاں عورت کے بارے میں یہ تصور کبھی بھی نہیں ابھرا کہ عورت نفس انسانی کا ایک حصہ جنس بشری کے خالق، بچوں کے کاشانہ زندگی کی محافظ اور انسان کے عناصر وجود کی امانت دار ہے اور کسی نظام اور عمل کی بہتری کی بجائے اسے انسان کی فلاح و بہبود کے فرائض انجام دینا ہے۔(۱۵)

افلاطون نے بہ شبہہ مرد اور عورت کی مساوات کا دعویٰ کیا تھا لیکن یہ تعلیم محض زبانی تھی عملی زندگی اس سے بالکل غیر موثر تھی۔ازدواج کا مقصد خالص سیاسی رکھا گیا یعنی یہ اس سے طاقتور اولاد پیدا ہو جو حفاظت ملک کے کام آئے اور اسپارٹا کے قانون میں تو یہ تصریح موجود تھی کہ کمسن وضعیف القویٰ شوہروں کو اپنی کمسن بیویاں کسی نوجوان کے حبالہء عقد میں دے دینا چاہیے تا کہ فوج میں قوی سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔(۱۶)

یونانیوں کے بعد جس قوم کو دنیا میں عروج نصیب ہوا وہ اہلِ روم تھے، عورت کا مرتبہ رومی قانون نے بھی ایک عرصہ دراز تک نہایت پست رکھا۔افسر خاندان جو باپ ہوتا یا شوہر اسے اپنے بیوی بچوں پر پورا اختیار حاصل تھا۔اور وہ عورت کو جب جیسا چاہے گھر سے نکال سکتا تھا جہیز یا دلہن کے والد کو نذرانہ دینے کی رسم کچھ بھی نہ ہوتی۔اور باپ کو اس قدر اختیار حاصل تھا کہ جہاں چاہے اپنی لڑکی کو بیاہ دے، بلکہ بعض دفعہ تو وہ شادی کر کے توڑ سکتا تھا۔ زمانہ مابعد یعنی دورِ تاریخی میں یہ حق باپ کی طرف سے شوہر کی طرف منتقل ہو گیا اور اب اس کے اختیارات یہاں تک وسیع ہو گئے کہ وہ چاہے تو بیوی کو قتل کر سکتا تھا ۵۲۰ سال تک طلاق کا کسی نے نام بھی نہ سنا۔''(۱۷)

اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل کے مصنف لکھتے ہیں کہ:

رومی لوگ جب وحشت کی تاریکی سے نکل کر تاریخ کے روشن منظر پر نمودار ہوتے ہیں تو ان کے نظامِ معاشرت کا نقشہ یہ ہوتا ہے کہ مرد اپنے خاندان کا سردار ہے اسکو اپنے بیوی بچوں پر پورے حقوق مالکانہ حاصل ہیں بلکہ بعض حالات میں وہ بیوی کو قتل کر دینے کا بھی مجاز ہے۔ (۱۸)

مغرب کی طرح عورت کا مقصد بھی خدمت اور چاکری سمجھا جاتا تھا، مرد اسی غرض دے شادی کرتا تھا کہ وہ بیوی سے فائدہ اٹھا سکے گا وہ حتیٰ کہ کسی معاملے میں اس کی گواہی تک کا اعتبار نہیں کرتا تھا رومی سلطنت میں اس کو ثانوی طور پر کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ البتہ اس کی طبعی کمزوریوں کی بناء پر اس کو بعض سہولتیں دی گئیں تھی۔ (۱۹)

مزید یہ کہ اس میں شک نہیں کہ بعد کے ادوار میں رومیوں نے اس کو حقوق بھی دیے لیکن اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کو مرد کے مساوی درجہ کبھی نہیں ملا۔

تہذیب وتمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ اہل روم کا نظریہ عورت کے بارے میں بدلتا چلا گیا، اور رفتہ رفتہ نکاح وطلاق کے قوانین اور خاندانی نظام کی ترکیب میں اتنا تغیر رونما ہوا کہ صورتِ حال سابق حالات کے بالکل برعکس ہوگئی۔ نکاح محض ایک قانونی معاہدہ (ciricl contract) بن کر رہ گیا۔ جس کا قیام وبقا فریقین کی رضامندی پر منحصر تھا۔ ازدواجی تعلق کی ذمہ داریوں کو بہت ہلکا سمجھا جانے لگا۔ عورت کو وراثت اور ملکیت مال کے پورے حقوق دیے گئے اور قانون نے اسے باپ کے اقتدار سے بالکل آزاد کر دیا۔ رومی عورتیں معاشی حیثیت سے نہ صرف خود مختار ہوگئیں بلکہ قومی دولت کا ایک بڑا حصہ بتدریج ان کے حیطہء اختیار میں چلا گیا وہ اپنے شوہروں کو بھاری شرح سود پر قرض دیتی تھیں اور مالدار عورتوں کے شوہر عملاً ان کے غلام بن کر رہ جاتے تھے۔ طلاق کی آسانیاں اس قدر بڑھیں کہ بات بات پر ازدواج کا رشتہ توڑا جانے لگا۔ (۲۰)

مشہور رومی فلسفی ومدبر سینکا سختی کے ساتھ رومیوں کی کثرت طلاق پر ماتم کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ، اب روم میں طلاق کوئی شرم کے قابل چیز نہیں رہی، عورتیں اپنی عمر کا حساب شوہروں کی تعداد سے لگاتی ہیں۔ (۲۱)

اس دور میں عورت یکے بعد دیگرے کئی کئی شادیاں کر جاتی تھیں۔ مارشل (۴۳ تا ۱۰۴ء) ایک عورت کا ذکر آتا ہے جو دس خاوند کر چکی تھی۔

اسی طرح جووینل (۶۰ تا ۱۳۰ء) ایک عورت کے متعلق لکھتا ہے کہ اس نے پانچ سال میں آٹھ شوہر بدلے۔

سینت جروم (۳۴۰ء تا ۴۳۰ء) ان سب سے زیادہ باکمال عورت کا حال لکھتا ہے جس نے آخری بار تیسواں شوہر کیا تھا۔ اور اپنے شوہر کی بھی وہ اکیسویں بیوی تھی۔ (۲۲)

اس دورِ میں عورت مرد کے غیر نکاحی تعلق کو معیوب سمجھنے کا خیال بھی دلوں سے نکلتا چلا گیا یہاں تک بڑے بڑے

معلمین اخلاق بھی زنا کو ایک معمولی چیز سمجھنے لگے۔

''اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل'' کا مصنف لکھتا ہے کہ کاٹو (CATO) جس کو ۱۸۴ ق م روم کا محتسب اخلاق مقرر کیا گیا تھا۔ صریح طور پر جوانی کی آوارگی کو حق بجانب ٹھہراتا ہے۔''(۲۳)

عورت کے بارے میں کلیسائی تصور

کلیساؤں کا ابتدائی اور بنیادی نظریہ یہ تھا کہ عورت گناہ کی ماں اور بدی کی جڑ ہے۔ مرد کے لیے معصیت کی تحریک کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ ہے۔ تمام انسانی مصائب کا آغاز اسی سے ہوا ہے۔ اس کا عورت ہونا ہی اس کا شرک ناک ہونے کے لیے کافی ہے اس کو اپنے حسن اور جمال پر شرمانا چاہیے، کیونکہ وہ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ اس کو دائما کفارہ ادا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ وہ دنیا اور دنیا والوں پر لعنت اور مصیبت لاتی ہے۔(۲۴)

مزید لکھتے ہیں کہ ترتولیاں (TERTULLIAN) جو ابتدائی دور کے آئمہ مسیحیت میں سے تھا عورت کے متعلق مسیحی تصور کی ترجمان ان الفاظ میں کرتا ہے۔

وہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے، وہ شجر ممنوع کی طرف لے جانے والی، خدا کے قانون کو توڑنے والی اور خدا کی تصویر مرد کو غارت کرنے والی، اسی طرح کرائی سوسٹم (CHRYSOSTUM) جو مسیحیت کے اولیائے کبار میں شمار ہوتا ہے عورت کے حق مین کہتا ہے، ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر دل ربائی، ایک راستہ مصیبت۔(۲۵) یہ تو تھا مسیحیت کا عورت کے بارے انتہا پسندانہ نظریہ۔

ہندو مذہب میں عورت کا مقام

ہندو مذہب دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں شمار ہوتا ہے۔ اس کے پیروکار کروڑوں کی تعداد میں اب بھی موجود ہیں، تاریخی اعتبار سے اسے ساڑھے تین ہزار سالہ قدیم مذہب کہا جا سکتا ہے۔(۲۶)

ہندو مذہب با قاعدہ ایک نظام حیات ہے اور با قاعدہ سماجی قوانین کے مجموعات پر مشتمل ہے۔''ویدیں اس کی مقدس کتب ہیں جن کے ساتھ ساتھ اپنشد، پران، گیتا اور سماجی قوانین کے مجموعے شاستر بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔(۲۷)

''ہندو مذہب کا مرکز ہندوستان رہا ہے ہندوستان ایک مذہبی ملک کی حیثیت سے دوسروں پر غالب رہا ہے۔ عورت کو غلامی اور محکومی کی زندگی سے نجات نہیں ملی۔ بلکہ اس مذہب میں عورت کی جس جس قدر تقدیس کو بدترین تذلیل میں بدلا گیا اور جس قدر عورت کی مٹی پلید اس مذہب میں ہوئی وہ کسی اور مذہب میں نظر نہیں آتی۔ دو دو ہزار سال قبل مسیح ہندوستان میں عورت کا غلبہ تھا۔ عورت کو دیوتی کا درجہ حاصل تھا۔ اور اس کی پرستش کی جاتی تھی مگر اس کے بعد آرید آئے تو انہوں نے اموی نظام کی کایا پلٹ دی اور یہی قبائل مردانہ اقتدار کے ایسے رسیا ہوئے کہ انہوں

نے عورت کی ذلت کو انتہا تک پہنچا دیا۔حتیٰ کہ عورت کو ستی کہا جانے لگا اور اس کی وقعت خشک تنکے سے زیادہ نہ رہی''(۲۸)

ہندو مذہب میں عورت کے مقام کو اس کی مقدس کتب اور قوانین کی روشنی میں ہی سمجھا سکتا ہے قدیم بھارت مصروف قانون درج منوراج نے جو قوانین عورتوں کے حقوق و آزادی کے حوالے سے وضع کیے۔اس سے یہ اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں کہ عورت عورت پیدائش سے لے کر موت تک آزادی اور خودمختاری کی فضا میں سانس لینے سے محروم کردی گئی تھی اس تناظر میں منو کے قوانین کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱) کم عمر میں شادی

ہندو دھرم میں کم عمر کی شادی کا باقاعدہ ایک ضابطہ موجود تھا۔جس کے تحت مرد کو یہ اختیار کلی دے دیا گیا کہ وہ نہایت کم عمر بچی سے شادی کرسکتا ہے۔منو کے ضابطہ میں بیان کی گئی اس مثالی شادی کا تصور درج ذیل ہے۔

'مرد جب سربراہ خانہ بنتا ہے اور اس کی عمر تیس برس کی ہے تو اسے اپنی پسند سے بارہ سالہ لڑکی سے شادی کرنی چاہیے جو بیس سالہ شخص آٹھ سالہ لڑکی سے شادی کرسکتا ہے۔

اس ضابطے کے تحت عورتوں کے ساتھ کم عمری ہی سے ظلم برداشت کا آغاز ہو جاتا ہے ہندو مذہب میں بیوہ شادی نہیں کرسکتی ،لہٰذا کم عمری میں بیوہ ہونے والی لڑکیاں تا حیات بے آسرا اور کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور کردی جاتی ہیں۔

۲) عورتوں کی آزادی اور خودمختاری پر قدغن

ہندو دھرم میں عورت کو اس انداز سے مرد کے تصرف میں دے دیا گیا کہ وہ بلاشرکت غیرے اپنے تمام اختیارات میں قائم کی حیثیت سے عورت کو جس طرح چاہے اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کرے۔گویا عورت آزادی کی نعمت سے محروم تھی لیکن گھر کی چاردیواری میں بھی اسے ایک غلام کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے پر مجبور کردیا گیا۔منو کا ضابطہء قانون اس کی عکاسی اس طرح کرتا ہے۔

> ''وہ سربراہ خانہ کے قبضہ اور حفاظت میں گھر کے اندر ٹھہری رہیں عورت خواہ ایک نوجوان لڑکی ایک بالغ دوشیزہ یا ایک بوڑھی عورت ہو وہ خودمختاری سے گھر کے اندر کوئی کام نہیں کرسکتی۔نوجوانی میں اسے باپ کے اختیار میں اور جوانی میں اسے خاوند کے اختیار میں رہنا چاہیئے جب خاوند مر جائے تو اسے اپنے بیٹوں کے اختیار میں رہنا چاہیئے۔ اسے خودمختاری کو پسند نہیں کرنا چاہیئے۔اسے اپنے یا شوہر یا بچوں سے علیحدگی کی خواہش نہیں کرنی چاہیئے ان سے علیحدہ ہوکر دونوں خاندانوں کے لئے بدنامی کا باعث بنتی ہے۔(۲۹)

عورت کو گھر کی چاردیواری میں محدود رہنے کے لیے یہ دلیل دی گئی ہے کہ وہ گھر کی بھلائی اور روشنی کیلئے ہیں وہ پرتش کے لائق ہیں۔گھر میں ایک طرف عورت اور دوسری طرف دولت ،حسن اور تابناکی کے درمیان کوئی فرق نہیں۔(۳۰)

عورت فقط اپنے شوہر کی خدمت تک محدود ہے اسے ہر حال میں شوہر کیلئے اپنے آپ کو وقف رکھنا ہے، زندگی میں اس کی خدمت کے لیے مامور رہے اور اگر وہ مرجائے تو دوسرے شوہر کا نام بھی نہ لے اور جیسے تیسے زندگی کے دن پورے کرلے منو کے ضابطہء قانون میں لکھا ہے!

''عورت کے لیے قربانی اور برت کرنا گناہ ہے صرف شوہر کی خدمت کرنی چاہیے، عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی مرنے کے بعد دوسرے شوہر کا نام بھی نہ لیوے، کم خوراکی کے ساتھ اپنی زندگی کے دن پورے کرے'' (۳۱)

عورت قابلِ بھروسہ نہیں

ہندو مذہب نے جہاں سماجی زندگی میں عورت کو کم تر حیثیت دی وہاں اس نے عورت کی شخصیت کا بنیادی تعارف اس انداز ے سے کروایا کہ عورت ذات چالاکی، مکاری، دوزخ گوئی اور شیطانیت کا مجموعہ ہے یہی وجہ ہے کہ اس تصور کی روشنی میں پنپنے والے معاشرے میں عورت کو قابل بھروسہ نہیں سمجھا گیا اور اس کی حیثیت ایک مغرور بے حقیقت شے سے زیادہ نہ رہی۔ منو کے قانون میں درج ہے کہ ''جھوٹ بولنا عورتوں کا ذاتی خاصہ ہے'' (۳۲) آگ، پانی، جاہل مطلق، سانپ، خاندانِ شاہی اور سب موجب ہلاکت ہوتے ہیں ان سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے،، (۳۳)

مرد اور عورت حقوق میں برابر

ہندوستانی معاشرے میں جہاں مردوں کا استحصال ہونا تھا وہاں عورتوں کے لیے مساوات اور برابری کے حقوق کی حفاظت کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔ معاشرے میں عورت کا مذہبی، سماجی، کردار نہ ہونے کے برابر تھا۔ بلکہ مذہبی رسومات اور روایات نے عورت کی زندگی اجیرن بنادی تھی، ہندوانہ روایات نے مذہب کے بل بوتے پر عورت کو غلام بنا کر رکھ دیا تھا۔ نتیجتاً عام طور پر معاشرے میں گھریلو کام کاج اور مردوں کی عیش وعشرت کا ذریعہ سمجھی جاتی تھیں ایسے عالم میں جب فرسودہ مذہبی روایات نے اپنا ڈیرہ جمایا ہوا تھا، تو اس دور کے گوتم بدھ نے اس میں اصلاح کے لیے آواز بلند کی۔ اس کا آغاز اس وقت ہوا جب گوتم بدھ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا کہ بدھ جماعت میں عورتوں کو شامل کرنا چاہیے کہ نہیں؟ اس مسئلے کو بدھ نے کیسے حل کیا اس کو کرشن کمار اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''اس دور میں بدھ بیٹھے سوچ رہے تھے کہ کیا عورت کو بھی مذہبی امور میں شامل کرنا چاہیے یا نہیں ان کا تذبذب اور ہچکچاہٹ ان کے دور کے سماجی رویوں اور روایات کی روشنی میں قابل فہم ہے سماجی دھارے کے رخ نے عورتوں کی سنگھ (جماعت) میں شمولیت کے سوال پر بدھ کو متذبذب تو ضرور کر دیا گیا لیکن روایات شکن دھرم کی تشکیل کرنے والے (مصلح) کو اس تاریخ ساز فیصلے سے باز نہ رکھ سکا۔ کہ دنیا دھرم مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی ایک کھلے دروازے کی مانند ہے۔ اس فیصلے سے خطے کی عورت پر سماجی اور مذہبی کردار کا تعین ہوا، عورتوں کی غیر گھریلو سرگرمیوں پر لگا رسم ورواج کا پہرہ ٹوٹ گیا اور انہیں پہلی بار احساس ہوا کہ کچھ معاملات میں وہ مردوں سے

بہتر نہیں تو کمتر بھی نہیں ہیں۔ بدھ مذہب نے عورتوں کے لیے جماعت (سنگھی) کا ایک شعبہ قائم کر کے گویا اس کو سرپرست کے رتبے سے نوازا گیا اس فیصلے کے بعد عورتوں کی کثیر تعداد بدھ دھرم کی پناہ میں آ گئی۔ تو گوتم بدھ نے کھلم کھلا عورت اور مرد کے مساوی حقوق کا اعلان کیا۔ (۳۴)

تو یوں بدھ نے یہ تاریخی اعلان کر عورت اور مرد کے حقوق اعتبار سے برابر ہیں ایک طبقاتی معاشرے میں انسان دوستی رحم، مساوات کی نئی تاریخ رقم کی عورت کو گھر کی قیدی کی نجات سے نئی راہ دکھائی اور ان کو غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کا شعور عطا کیا۔ بدھ نے عورت کو مذہبی امور میں بالکل برابر کر دیا ان کے لیے ویسے ہی قونین وضع کیے جو مردوں کے لیے بنائے گئے تھے۔

یہودیت میں عورت کا مقام

یہودی مذہب کا شمار الہامی مذاہب میں ہوتا ہے یہودیت صرف چند عقائد ونظریات کا مجموعہ نہیں بلکہ ان عقائد ونظریات کی بنیاد پر ایک باقاعدہ عملی نظام کا تصور موجود ہے۔ یہودی مذہب کے سماجی تصورات میں لین دین، اخلاقیات سیاسیات، کے نظریات شاہد ترقی وارتقا کی طرف رہنما ہوں مگر ان کے افکار نے عورت کو زندگی کے اس دھارے میں کوئی حیثیت نہیں دی۔ مرد کے مقابلے میں عورت کو کم تر دکھا کر اسے سماجی زندگی میں ایک بداعتمادی کے دائرے میں مقید کر دیا ہے یہودیت نے عورت کو ازلی گنہگار ٹھرایا ہے۔ اور اس کو پیدائشی بدنیت، مکار اور نسل انسانیت کی دشمن قرار دیا۔ اور اس کی تخلیق مرد سے ہوئی اور اسی تصور کے ساتھ مرد کے مقابلے میں اس کی حیثیت کم ہو گئی تخلیق عورت کے بارے میں یہودیوں کے ہاں یہ روایت ہے کہ عورت یعنی حوا نے آدم کو گمراہ کیا اور اسی جرم کی پاداش میں اس کو مکار اور ازلی گنہگار قرار دیا گیا گویا عورت کی ذلت اور پست درجے کی طرف دوسرا قدم ہے۔ جس سے اس کی حیثیت مشکوک اور بداعتمادی کا شکار ہو جاتی ہے۔ عہد نامہ قدیم میں اس روایت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

> ''تب خداوند نے آدم کو پکارا اور اس نے کہا تو کہاں ہے؟ اس نے کہا میں نے باغ میں تیری آواز سنی اور میں ڈرا کیونکہ میں ننگا تھا۔ اور میں نے اپنے آپ کو چھپایا۔ اس نے کہا تجھے کس نے کہا کہ تو ننگا ہے؟ کہا تو نے درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھ کو حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا؟ جس عورت کو تو نے میرے ساتھ کیا ہے۔ اس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور میں نے کھایا اور خداوند نے عورت سے کہا کہ تو نے کیا کیا؟ عورت سے کہا کہ تو نے کیا کیا؟ عورت نے کہا کہ سانپ نے مجھ کو بہکایا تو میں نے کھایا۔ اور خداوند نے سانپ سے کہا کہ اس لیے تو نے کیا کہ تو سب چوپایوں اور دشتی جانوروں میں ملعون ٹھرا۔ تو اپنے پیٹ کے بل چلے گا اور اپنی عمر خاک چاٹے گا اور میں تیرے اور عورت کے درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالوں گا۔ وہ تیرے سر کو کچلے گا اور تو اس کی ایڑی پر کاٹے گا۔ پھر اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے درد حمل کو بہت بڑھاوں گا تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہو گی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا'' (۳۵)

یہودیوں کے اجی یوشع کا تبصرہ ملاحظہ کریں جس میں وہ لکھتے ہیں کہ عورت کیونکہ آدمی کی پسلی سے بنی؟

''اجی الاوی کے مطابق سکنین کے ابی یوشع نے کہا کہ، خداوند نے عورت بنانے کیلئے آدمی کے اس (پسلی) حصے کا انتخاب کیا۔ سر سے نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ فخر کرے، آنکھوں سے نہیں کہ وہ ہر چیز کو دیکھنے کی خواہش نہ کرے، منہ سے نہیں کہ وہ باتونی نہ ہو جائے، اور نہ کان سے کہ کہیں وہ ہر بات سننے کی خواہش نہ کرے، اور نہ دل سے کہ کہیں وہ حسد نہ کرے اور نہ ہاتھ سے کہ کہیں وہ ہر شے کو تلاش نہ کرے، اور نہ پاؤں سے کہ وہ آوارہ نہ ہو جائے بلکہ صرف سب سے چھپی ہوئی جگہ یعنی پسلی سے کہ آدمی ننگا ہو تو بھی وہ جگہ چھپی ہوئی ہے۔(۳۶)

مذکورہ ربی کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کو مرد کی پسلی سے پیدا کرنے کا فیصلہ اسی لیے ہوا کہ وہ گویا آزادی اظہار خودمختاری کی وہ کیفیت نہ پالے جو ایک مرد کا حق سمجھا جاتا ہے۔ گویا اس کو پہلی سے پیدائش کے اس تصور کے ذریعے کم تر ثابت کیا گیا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہودیوں کے نظام فکر و عمل میں عورت کو کوئی حیثیت اور مقام نہ مل سکا۔ یہودیت میں جو روایتیں بیان کی گئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کو مرد کے وجود سے پیدا کر کے اس کو دوسرے درجے کی مخلوق بنایا گیا ہے اور مزید یہ کہ جب اسے مرد کے جسم سے تخلیق کیا گیا تو اس نے مرد کو بہکایا اور مصیبت کا ارتکاب کیا اور آدم کو جنت سے نکلوایا۔ اسی طرح اس کو ازلی گنہگار اور مکار ثابت کر کے تاحیات اس کو عدم اعتماد کی سند عنایت کر دی گئی۔

عیسائیت میں عورت کا مقام

عیسائیت یہودی مذہب کا تسلسل ہے۔ عورت کے ساتھ عیسائیت کی روش تو اور بھی زیادہ ناپسندیدہ رہی ہے۔ اس نے اس مظلوم صنف کو جس قدر پستی میں پھینکا جا سکتا تھا پھینک دیا۔ عورت کے بارے میں عیسائیت کے جذبات کا اندازہ طرطولین کے ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے۔

''عورتو! تم نہیں جانتیں کہ تم میں سے ہر ایک حوا ہے، خدا کا فتوی ہے جو تمہاری جنس پر تھا وہ اب بھی تم میں موجود ہو تو پھر جرم بھی تم میں موجود ہوگا تم تو شیطان کا دروازہ ہو تم ہی نے آسانی سے خدا کی تصویر یعنی مرد کو ضائع کیا''(۳۷)

عیسائیت میں خواتین کا مقام ان کے حقوق کے حوالے سے انجیل مقدس کی روایتوں کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے۔

۱) عورت گنہگار اور بدی کی جڑ ہے

عیسائیت میں عورت کے متعلق یہ سیاسی نظریہ قائم کیا گیا ہے کہ آدم کے جنت سے نکلوانے کی ذمہ دار عورت ہے اور چونکہ شیطان کے بہکاوے میں عورت آ چکی تھی لہٰذا اسی نے آدم کو بھی بہکایا گویا اس طرح عورت کی پہچان یہ کرائی گئی کہ وہ بہکانے والی ہے۔ انجیل مقدس کی ایک روایت ہم یہودیت میں بیان کر چکے ہیں۔

''اسی بناء پر عورت کو کلیسا میں گنہگار اور بدی کی جڑ قرار دیا گیا اور اس پر مصیبت کا محرک شیطان کے آنے کا دروازہ اور دوزخ کا راستہ بتایا گیا ہے۔عورت کو دنیا کی ہر مصیبت، بدی کی جڑ، دنیا پر لعنت، ملامت نازل کرنے والی قرار دیا گیا'' (۳۸)

معروف مفکر ابوالاعلیٰ مودودی عیسائیت کے اس نظریہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی کتاب پردہ میں لکھتے ہیں کہ: ''ان کا ابتدائی اور بنیادی نظریہ یہ تھا کہ عورت گناہ کی ماں اور بدی کی جڑ ہے۔مرد کے لیے مصیبت کی تحریک کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ ہے۔تمام انسانی مصائب کا آغاز اسی سے ہوا اس کا عورت ہونا ہی اس کیلئے شرمناک ہونے کیلئے کافی ہے۔اس کو اپنے حسن و جمال پر شرمانا چاہیے۔کیونکہ وہ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے اس کو دائماً کفارہ ادا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ وہ دنیا والوں پر لعنت اور مصیبت لاتی ہے۔(۳۹)

ڈاکٹر حافظ ثانی اپنی تصنیف ''مجلیاتِ سیرت'' میں عورت کے متعلق عیسائی اکابر کلیاء کی آراء نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سینٹ برنارڈ کا قول: عورت شیطان کا ہتھیار ہے۔

سینٹ انتھونی کا قول: عورت شیطان کے ہتھیاروں کی کان ہے۔

سینٹ بوناونیٹر کا قول: عورت ایک بچھو ہے جو ڈسنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہے، وہ شیطان کا نیزہ ہے۔

سینٹ سائرین کا قول: عورت وہ ہتھیار ہے جسے شیطان ہماری روحوں پر قبضہ کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔

سینٹ گریگری کا قول: عورت سانپ کا زہر الفی ہے اور اژدھے کا کینہ۔(۴۰)

عیسائی اکابرین کے قول سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ عیسائی مذہب میں خواتین کا کیا مقام ہو سکتا ہے۔اور اس نظریے کی اساس پر سماجی زندگی کی تشکیل کیسے ہو سکتی ہے؟ اور عورت معاشرے میں کیونکہ عزت اور اعتماد پا سکتی ہے؟ جبکہ اسے شیطان کا ہتھیار، بدی کی جڑ اور وحشی درندے سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے۔

اسلام میں خواتین کا مقام اور ان کے حقوق

انسان کے بنیادی حقوق کا مسئلہ درحقیقت اس کائنات میں انسان کی حیثیت، اس کے مقصدِ وجود، معاشرے اور ریاست کے ساتھ اس کے تعلقات کی نوعیت اور خود اس کائنات کی تخلیق اور اس کے آغاز و انجام کی حقیقت کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینے کا مسئلہ ہے۔انسان کے حقوق کیا ہیں؟ اس سوال کا جواب ممکن ہی نہیں ہے۔جب تک یہ طے نہ کر لیا جائے کہ آخر اس دنیا میں انسان کا منصب و مقام کیا ہے، گویا حق کا سوال حیثیت کے سوال سے مربوط ہے۔انسان کی حیثیت کو جانے بغیر یا اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کیے بغیر ہم اس کے حقوق کا تعین نہیں کر سکتے۔

انسانی زندگی سے متعلق ان بنیادی سوالات کو حل کرنے کے لیے ہمیں صرف الہامی مذاہب ہی سے رہنمائی حاصل

ہوسکتی تھی، کیونکہ ہمارے پاس کوئی دوسرا قابلِ اعتماد ذریعہ علم موجود نہیں تھا۔لیکن انسان نے جب وحی کے ذریعہ علم کو انداز کر کے محض عقل کے بل پر سوالات کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی تو یہیں سے ظن وگمان کی بھول بھلیوں اور جہل کی وادیوں میں ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھانے کا آغاز ہوا، یہ حقائق حواس پر مبنی تجربہ اور مشاہدہ کی گرفت سے ماورا تھے، بدون تاریخ جو اس کائنات میں انسانی زندگی کے آغاز سے لاکھوں سال بعد وجود میں آئی۔ان حقائق تک رسائی کے لیے اپنے ریکارڈ میں کوئی مواد پیش کرنے سے قاصر تھی۔

تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو اسلام میں بنیادی حقوق کا تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنا انسان کا وجود۔خالقِ کائنات نے جس طرح طبعی زندگی کے اسباب ہوا، پانی اور خوراک پیدائش سے پہلے عطا کر دیئے تھے اسی طرح ضابطہء حیات سے بھی آدمؑ اور نسل آدم کو بذریعہ وحی آگاہ کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا جو آدمؑ سے شروع ہو کر محمد ﷺ پر ختم ہوا۔(۴۱)

قرآن پاک کی روشنی میں

قرآن پاک میں واضح حکم دیا گیا ہے۔

فأت ذاالقربیٰ حقه والمسكين وابن السبيل.(۴۲)

اے مسلمانو! رشتہ داروں کے حقوق ادا کرو مسکین اور مسافر کے حقوق ادا کرو یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور ایسے ہی لوگ دنیا وآخرت میں کامیاب ہیں یعنی جو حقوق ادا نہیں کرتے وہ دونوں جگہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

سورۂ بقرہ میں بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لینے سے انسان اپنے فرائض سے سبکدوش نہیں ہوجاتا ہے بلکہ رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور جن جن کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کی ادائیگی کے بعد ہی اس کا شمار سچے اور متقی مسلمانوں میں ہوگا۔(۴۳)

سورۂ نحل میں فرمایا

"اللہ حکم دیتا ہے عدل واحسان اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا"(۴۴)

سورۂ بنی اسرائیل میں بھی حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔

سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں

حقوق کی ادائیگی اور اس کی تاکید سیرتِ طیبہ ﷺ کا مطالعہ کرنے والے پر واضح ہے، صحیح بخاری کی حدیث ہے۔

عن ابی هریرهؓ قال! قال رسول الله ﷺ من كانت له مظلمت لا خيه من عرضه أو شئى فليتحلله منه اليوم قبل ان لا يكون دينا ر ولا درهم ان كان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمته وان لم تكن له حسنات أخذمن سيات صاحبه فحمل عليه.

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا جس کسی پر کسی مسلمان بھائی کے مال پر، آبرو کی حق تلفی کا ذمہ ہو اسے چاہیے کہ معاف کرالے اس وقت کے آنے سے پہلے جب اس کے پاس درہم و دینار میں سے کچھ نہیں ہوگا کہ بطور تاوان ادا کر سکے بلکہ اس وقت اگر کچھ عمل صالح ہوگا تو بقدر حق کے صاحب کو دلوا دیا جائے گا اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو حقوق کی ادائیگی میں صاحبِ حق کے گناہ اس کے کھاتہ میں ڈال دیئے جائیں گے''

صحیح مسلم کی روایت ہے جس کا مفہوم ہے

آپ ﷺ نے فرمایا مفلس وہ شخص ہے جس کی نماز، روزہ قیامت کے دن ان لوگوں کو دے دی جائے گی جن کے ساتھ اس نے زیادتی وحق تلفی کا معاملہ کیا ہوگا۔ پھر اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔(۴۵)

صحیح مسلم کی روایت ہے فرمایا

لتوء دن الحقوق الی اھلھایوم القیامة.

''قیامت کے دن اہلِ حقوق کے حقوق دلوائے جائیں گے''(۴۶)

حقوق کی ادائیگی کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے ایک عورت کا ذکر آیا وہ قرآن پڑھتی ہے نماز روزے کی پابند ہے لیکن پڑوسی کو تکلیف پہنچا کر اس کے حقوق ضائع کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

ھی فی النار۔ وہ دوزخی ہے دوسری عورت جو اپنے پڑوسی کے حقوق ادا کرتی تھی اس کے بارے میں فرمایا وہ جنتی ہے۔(۴۷)

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں حقوق العباد کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر فقہاء نے اصول قائم کیا ہے۔

حق العبد مقدم علی حق الله.(۴۸)

بندہ کا حق، اللہ سے مقدم ہے۔ یہی وجہ ہے آپ ﷺ کا معمول تھا حقوق کی ادائیگی کے ساتھ اللہ سے دعا بھی کیا کرتے تھے (دعا اوپر گزر چکی ہے)

مستشرقین کا اعتراف

اسلام کی اس خوبی کا اپنوں کے ساتھ غیروں نے بھی اعتراف کیا ہے، پروفیسر سانتی لانا لکھتے ہیں: ''اسلامی قانون کا نظم ماہرین قانون کی نظر میں ہر قدر و ستائش کا مستحق ہے اور اس کا دعویٰ کرسکتا ہے جاگیردارانہ نظام کے بے ڈول اور وحشیانہ رسوم ورواج کے مقابلہ میں وہ بہت بلند ہے اور عربی قانون کے اہم اجزاء نے مغربی تصورات کے ارتقاء میں حصہ لیا ہے۔ جس کی فضیلت ظاہر ہے۔(۴۹)

جنیوا یونیورسٹی کے پروفیسر سیریل لکھتے ہیں

پوری نسل انسانی کو اسلام کے پیغمبر پر فخر کرنا چاہیے کیونکہ آپ ﷺ نے انسانیت کے لیے وہ پیغام چھوڑا ہے جس کی

اعلیٰ معیار پر انسانیت اگر دو ہزار سال میں بھی آ جائے تو بڑی باعث مسرت کامیابی ہوگی۔(۵۰)

ممتاز انگریز مفکر موسیو لیون راس لکھتا ہے

اسلام ایک جامع کمالات دستور ہے جس کو انسانی، فطری، طبعی، اقتصادی اور اخلاقی قانون کہنا بالکل بجا اور درست ہے۔

خواتین کے حقوق وفرائض بحیثیت بیٹی کے سیرت طیبہ کی روشنی میں

بچے اور بچیاں اللہ کی نعمت ہیں۔قرآن نے انہیں "زینت الحیاۃ الدنیا" (۵۱) دنیا کی زینت کہا ہے نبی کے توسط سے مسلمانوں کو نیک اولاد مانگنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔بچیوں کے حقوق وہ ہیں جن کا تعلق مذہب سے ہے۔ کچھ وہ ہیں جن کا تعلق معاشرت سے، کچھ وہ ہیں جن کا تعلق مال سے ہے۔

۱۔ بچیوں کا یہ پہلا حق یہ ہے کہ ان کی پیدائش حلال تعلق کے نتیجہ میں ہو۔

۲۔ پیدائش کے بعد شرعی رسومات کی ذمہ داریاں حسب استطاعت ادا کی جائیں جس میں اذان واقامت تحسنیک، عقیقہ وغیرہ بحیثیت مجموعی بچی کا حق ہے۔

۳۔ تعلیم دلوانہ بچی کا حق اور والدین کا فریضہ ہے۔

۴۔ ابوزرقلمونی لکھتے ہیں: فرائض کا علم عورت کو اپنے شوہر یا والدین سے حاصل کرنا چاہیے۔(۵۲) بچیاں عہد اسلامی میں بہت اہتمام سے علم حاصل کرتی تھیں، زینب جو حضرت ام سلمہؓ کی بیٹی تھیں ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کہ فقیہ تھیں۔(۵۳) عیسیٰ ابن مسکین کے بارے میں لکھا ہے صبح وہ خود لوگوں کو تعلیم دیتے تھے، شام کو ان کی بیٹیاں اور بھائی کی بیٹیاں لوگوں کو تعلیم دیتی تھیں۔(۵۴) خطیب بغدادی نے صحیح بخاری کریمہ بنت احمد المروزی سے پڑھی ہے۔(۵۵) بقول علی میاںؒ انہی سے منقول نسخہ آج برصغیر میں رائج ہے۔تعلیم بچی کا حق اور والدین کا فریضہ ہے، ارشاد نبوی ہے علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔عبدالحی کتانی نے اس حق پر بہت مفصل انداز میں روشنی ڈالی ہے۔(۵۶)

۵۔ تربیت انسانیت کا جھومر اور اسلامی تعلیمات کا محور ہے، خود نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹیوں کی اعلیٰ تربیت فرمائی قرآن کریم نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے:

قوا انفسکم واھلیکم نارا.

خود بھی نیک کام کر کے جہنم سے بچو اور اولاد کو بھی بچاؤ اور یہ صرف اچھی تعلیم کے ساتھ تربیت سے ہی ممکن ہے۔(۵۷) امام ابن جوزیؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مـن کـن لـه ثلاث بنات یودبھن ویرحمھن ویکفلھن وجبت له الجنته بستة قیل یـارسول الله ﷺ فان کانتا اثنتین قال وان کانتا اثنتین قال فرأی بعض القوم أن

لو قالوا واحدة لقال واحدة.

جس کی تین بچیاں ہو اور وہ انہیں (اعلیٰ تربیت کے ذریعے) مئودب ومہذب بنائے ان کے ساتھ رحم دلی کا معاملہ کرے ان کی کفالت کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ہر حال میں جنت واجب کردی نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا اگر اس کی دو بچیاں ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا دو ہوں پھر بھی یہی حکم ہے بعض افراد نے کہا اگر صرف ایک بچی ہوتو آپ ﷺ نے فرمایا پھر بھی یہی حکم ہے۔(۵۸)

یہاں خصوصی طور سے بچیوں کا ذکر کیا گیا ہے اس لیے کہ عرب بچوں کی تو اعلیٰ تربیت کرتے بچیوں پر توجہ نہیں دیتے تھے۔اعلیٰ تربیت اسی وقت ممکن ہے کہ پہلے والدین خود عمل کریں، پھر بچے بھی عمل کریں گے۔آپ ﷺ نہ خود صدقہ کھاتے نہ حسینؓ کو کھانے دیتے تھے(۵۹) نہ خود جھوٹ بولتے نہ بچوں کو بولنے دیتے تھے۔(۶۰) بچوں کو کھانا کھاتے ہوئے ادب سکھاتے تھے۔

۶۔ ماں کے پاس پرورش کا حق۔

۷۔ نفقہ(اخراجات) وکفالت کا حق۔

۸۔ محبت کا حق۔

۹۔ عزت کا حق۔

فرائض

بچیوں کا فرض ہے کہ وہ والدین کی اطاعت کریں۔اللہ نے وصیت کے انداز میں حکم دیا ہے: ووصینا بوالدیہ احسانا۔ والدین کے ساتھ احسان اور سلوک کا معاملہ کریں،(۶۱) یہی حکم سورۃ مریم ۷۸، سورہ بقرہ ۷۹، سورۃ النساء ۸۰، سورۃ الانعام ۸۱، اور سورۃ لقمان ۸۶ میں دہرایا گیا ہے بلکہ تاکیداً فرمایا گیا ہے کہ اگر بڑھاپے کے اثر سے وہ ناجائز باتیں بھی کریں تو انہیں جواب نہ دیں برداشت کریں۔ہاں اگر خلاف شرع کام کا حکم دیں تو اطاعت لازمی نہیں۔صحیح بخاری کی روایت ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا پنج وقتہ نماز کے بعد سب سے اہم کام والدین سے حسن سلوک ہے۔دوسرا اہم فریضہ والدین کی مالی وجسمانی خدمت ہے حتّٰی کہ جہاد جیسا فریضہ بھی ان کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا بالخصوص اس وقت جب کہ کوئی ان کی خدمت کرنے والا نہ ہو جیسا کہ معاویہ بن جاھمۃ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔اویس کرنیؒ کو بھی بہترین تابعی ہونے کی فضیلت والدہ کی خدمت کی وجہ سے ملی۔اس لیے والدین کو دکھ نہیں دینا چاہیے اگر والدین کا انتقال ہو جائے تو اولاد کا فرض ہے کہ ان کے لیے ایصالِ ثواب کریں۔اگر بچی خوشحال ہے اور والدین غریب ہیں تو ان کی کفالت کریں آپ ﷺ نے فرمایا۔

من بر والدیه طوبیٰ له زادالله فی عمره.

جو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہے اس کے لیے خوشخبری ہے کہ اللہ اس کی عمر لمبی کرتا ہے۔(۶۲)

خواتین کے حقوق فرائض بحیثیت بہن سیرت طیبہ کی روشنی میں

عورت کی دوسری حیثیت بہن ہونا ہے۔ بہنوں کی یا بھائیوں کی بہن اسے بھی تقریباً وہی تمام دس حقوق حاصل ہیں جو اور بچیوں کے حقوق میں بیان کر چکی ہوں۔

بڑی بہن بڑے کے حکم میں ہے اور بڑا بھائی باپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ بقول حضرت تھانویؒ اسی پر بڑی بہن اور چھوٹی بہن کو قیاس کر لینا چاہیے۔(۶۳)

ایک حدیث اوپر (حق نمبر چار میں) ملاحظہ کر چکے ہیں۔ جامع ترمذی کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

من کانت له ثلاث بنات أو ثلاث اخوات أو ابنتان او اخوتان فاحسن صحبتهن واتقی الله فیهن فله الجنة.

جس کی تین بچیاں یا تین بہنیں دو بچیاں یا دو بہنیں ہوں، اس نے انہیں اچھی طرح رکھا اور اللہ سے ڈرتا رہا تو فرمایا اس کیلئے جنت ہے۔(۶۴)

آپ ﷺ نے فرمایا جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو اس میں سب سے زیادہ فضیلت اس خرچ پر ہے جو تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے ہو۔(۶۵)

۱۱۔عبادت کا حق

اگر عورت بالغ ہو جائے تو اس پر شرعاً تمام عبادات کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔ یہ اس کا فریضہ ہے اور حق بھی ہے لہٰذا اسے عبادت سے نہیں روکا جا سکتا کہ سورۃ النحل، النساء اور الاحزاب میں حکم دیا گیا ہے۔(۶۶)

۱۲۔نکاح کا حق

عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے نکاح کرے۔ اسلامی نقطہ نظر سے اسے کسی کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، شہید مرتضیٰ مطہری لکھتے ہیں آپ ﷺ کے پاس جب حضرت علیؓ نے فاطمہؓ کیلئے نکاح کا پیغام بھیجا تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا:

اب تک کئی افراد نے فاطمہؓ کیلئے نکاح کا پیغام دیا ہے، میں نے ان کے لئے خود فاطمہؓ سے بات کی مگر فاطمہؓ کے چہرے سے ناگواری کا اظہار کیا، اس لئے منع کر دیا گیا، اب تمہاری بات بھی کر لیتے ہیں۔ پھر فاطمہؓ کی رضامندی سے آپ ﷺ نے یہ رشتہ طے فرما دیا۔(۶۷) یہ آپ ﷺ کی سیرت تھی، تعلیمات بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

تنکح الأیم حتی تستاء مر ولا تنکح البکر حتی تستأذن.

شادی شدہ کی دوسری شادی اس کی مرضی کے بغیر نہ کی جائے اور غیر شادی شدہ اس کی اجازت کے بغیر نہ کریں۔(۶۸)

اسی طرح نکاح شغار جس میں باپ اپنی بیٹی یا بھائی اپنی بہن دوسرے کا نکاح میں بلا مہر دے کر اس کے بدلہ اس کی بیٹی یا بہن کے اپنے نکاح میں لیتا ہے یہ شرعاً ممنوع ہے اس لئے کہ عورت مال نہیں جس کا تبادلہ کوئی شخص اپنی مرضی سے کر لے۔

فرائض

ایک بہن کے بھی وہی فرائض ہیں جو اوپر میں بیٹی کے فرائج بیان کر چکی ہوں، البتہ اس کو اپنے سے چھوٹوں پر وہی مقام حاصل ہے جو باپ کو اولاد پر ہوتا ہے۔اس حیثیت میں بڑی بہن کی وہی ذمہ داریاں ہیں جو بڑے بھائی کی ہیں۔ اسے چاہیے اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کا خیال رکھے، ان کی اچھی تربیت کرے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا

المراة راعية على اهل بيت زوجها وهي مسئولة عنهم.

عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے، اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔(۶۹) اس سے معلوم ہوتا ہے جو بہن گھر میں بڑی ہو وہ گھر کی نگران ہے۔اسے چاہیے وہ اپنے چھوٹوں کی تعلیم، تربیت، ضروریات کی نگرانی کرے۔

خواتین کے حقوق و فرائض بحیثیت بیوی سیرت طیبہ کی روشنی میں، عورت کی تیسری حیثیت اور شناخت بیوی کی ہے۔

۱۳۔مہر کا حق

بیوی کی حیثیت قبول کرتے ہی عورت کو حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنا مہر شوہر سے وصول کرے۔اسی طرح عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا معقول مہر مقرر کروائے۔اور مہر میں ملنے والا مال عورت ہی کی ملکیت ہوگا۔ ہمارے ہاں یہ ہوتا ہے کہ والدین مہر بچی کو دینے کے بجائے اپنی جیب میں رکھ لیتے ہیں یا شوہر ساری زندگی مہر ہی ادا نہیں کرتے بلکہ عورت کو یونہی مجبور کرتے ہیں کہ مہر معاف کر دو اس کی شریعت میں قطعاً اجازت نہیں بلکہ قرآن میں مردوں کو واضح حکم دیا گیا ہے:

واتوا النسآء صدقتهنء نحلة.

''عورتوں کو ان کا حق مہر پورا پورا ادا کرو''(۷۰) اس کی تاکید دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے۔

فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة.

''یعنی جن عورتوں سے استفادہ کروتو ان کا مہر بھی پورا ادا کرو'' (۷۱)

ہاں البتہ اگر عورت مہر وصول کرنے کے بعد اپنی خوش دلی سے کچھ یا مکمل مہر شوہر کو واپس کر دے تو اس کیلئے اس مہر کو استعمال کرنا جائز ہے مہر کتنا ہو اس کی شریعت نے کوئی حد مقرر نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے مہر کی حد مقرر کرنی چاہی تو ایک بڑھیا نے کھڑی ہو کر اعتراض کیا اور آپؓ نے اس اعتراض کو قبول کیا۔ ہاں البتہ فقہاء کی رائے ہے کہ مہر شوہر کی حیثیت کا دوسرا حق یہ کہ شوہر اس کے کھانے پینے لباس اور رہائش کے اخراجات برداشت کرے۔ (۷۲) عورت مرد سے زیادہ مالدار ہو پھر بھی بیوی کا نفقہ شوہر پر فرض ہے۔ سورۃ طلاق میں حکم ہے:

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم.

''اپنی حیثیت کے مطابق ان کو رہنے کا مکان دو'' (۷۳)

یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر اس حق کو ادا کرنے میں ناکام رہے تو صحیح بخاری کی روایت کے مطابق عورت کو حق ہے کہ مطالبہ کرے "اما ان تطعمنی واما ان تطلقنی" یا تو مجھے کھلاؤ ورنہ طلاق دو۔ سورۃ طلاق کے مطابق مرد اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنے کا پابند ہے۔

آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ شوہر پر بیوی کے کیا حقوق ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

تطعمھا اذا طعمت وتکسوھا اذا اکتسیت.

''جو تم کھاؤ اپنی بیوی کو کھلاؤ جو تم پہنو اسی درجہ کا لباس اسے پہناؤ'' (۷۴)

ارشاد نبوی ﷺ ہے

۱۴۔ حقوق زوجیت قائم کرنے کا حق

اگر کوئی بیوی سے حقوق زوجیت ادا کرنے میں ناکام رہے تو عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ عدالت سے نکاح فسخ (ختم) کروالے۔ (۷۵)

۱۵۔ خلع کا حق

اگر شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا ناممکن نظر آئے، صلح کی کوئی صورت نہ بن سکے تو بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عدالت سے خلع حاصل کر کے آزاد ہو جائے۔

۱۶۔ مساوات کا حق

اگر کسی شخص کی اور بھی بیویاں ہو تو مرد پر لازم ہے کہ وہ مساوات کا معاملہ کرے یہ مرد پر فرض ہے اور عورت کا حق ہے۔

ارشادِ نبوی ہے:

من كانت له ا مرأ تان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط.

''جس کی دو بیویاں ہوں وہ ان کے درمیان عدل نہیں کرے گا تو قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا کاندھا جھکا ہوا ہوگا۔''(۷۶)

۱۷۔ بچے کو دودھ پلانے سے انکار کا حق

عورت کو حق ہے کہ عام حالات میں دودھ پلانے سے انکار کردے اور شوہر دودھ پلانے کے لیے کسی کو ملازم رکھے، قرآن سے بھی اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے فرمایا '' وان تعاسرتم فسترضعوالہ اخریٰ ہ''(۷۷)

''اگر دودھ پلانے کے مسئلے پر اختلاف ہوجائے تو شوہر دودھ پلانے کے لیے کسی اور عورت سے معاوضہ پر دودھ پلوائے''(۷۸) آپ ﷺ نے بھی حلیمہ سے دودھ پیا اور اپنے بیٹے ابراھیم کو بھی دودھ پلوایا، اسی طرح عورت کو اپنی عزت و آبرو کے تحفظ کا حق حاصل ہے جس کا پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

۱۸۔ رشتے داروں سے ملنے کا حق

بیوی کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی محارم سے ملے جلے، شوہر کو قطع رحمت کی ممانعت ہے۔ بیوی کا ایک حق یہ بھی ہے شوہر اس سے محبت کرے اس حق کا پہلے ذکر آچکا ہے اسی طرح ایک حق یہ بھی ہے کہ بیوی کی عزت کرے اس پر بھی میں اس سے قبل روشنی ڈال چکی ہوں۔

فرائض

بیوی کے جہاں شریعت نے بہت سے حقوق بیان کئے ہیں وہیں اس پر کچھ فرائض بھی عائد ہوتے ہیں۔ اور وہ اس حد تک بڑھے ہوئے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو بیویوں کو حکم دیتا کہ'' ان تسجد لزوجھا'' ''شوہروں کو سجدہ کریں''(۷۹) عورت کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ پاک دامن رہے۔ دوسرا یہ کہ شوہر کی ناشکری نہ کرے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے

لا ينظر الله الىٰ امراة لا تشكر لزوجها.

اللہ ایسی عورت پر رحمت کی نظر نہیں ڈالتا جو شوہر کی ناشکری کرتی ہے۔(۸۰)

بیوی کا تیسرا فرض یہ ہے کہ شوہر کی غیر موجودگی میں اس کے مال اس کی اولاد کی صحیح طرح حفاظت و نگرانی کرے

آپ ﷺ نے فرمایا:

والمرأة بيت زوجها راعيه.

عورت شوہر کے گھر کی نگران ہے' قیامت کے دن اس سے اس کی باز پرس کی جائے گی۔

بیوی کا چوتھا فریضہ یہ ہے کہ وہ شوہر کی ہر جائز حکم میں اطاعت کرے اور حقوق زوجیت کے لئے جب شوہر مدعو کرے تو اس کی اطاعت کرے حتیٰ کہ نفلی روزہ تک شوہر کی اجازت سے رکھنے اور اس کے مطالبہ پر توڑنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا۔ ''شوہر سے ادب سے بات کرنا اس کے عزیزوں کی عزت کرنا۔ اہم فرائض میں داخل ہیں'' (۸۱)

خواتین کے حقوق وفرائض بحیثیت ماں سیرتِ نبی کی روشنی میں

جس کے پیروں تلے جنت کے ایوان وچمن جس کے دم سے جگمگاتا ہے شبستان سخن عورت کی حیثیت ''ماں'' کی ہے۔

انسانی زندگی کا یہ آخری اسٹیج ہے۔ اور یہی مقام سب سے زیادہ مقدم ہے۔ اس لئے سب سے آخر میں اس پر روشنی ڈال رہی ہوں۔ اسلام نے جو مقام اور حقوق عطا کیے اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''الجنة تحت اقدام الامهات'' جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے'' ہم نے والدین سے حسن سلوک کی وصیت کی ہے۔ اس لئے کہ ماں نو ماہ تک پیٹ میں پرورش کی تکلیف اٹھاتی ہے پھر پیدائش کی تکلیف اس کے بعد اپنے خون سے بنے ہوئے دودھ سے سیراب کرتی ہے اور اس کی پرورش میں رات کی نیند دن کا سکون صرف کرتی ہے۔ (۸۲)

ماں کو وہی حقوق حاصل ہیں جو میں بیویوں کے حقوق میں بیان کر چکی ہوں۔ اس کے علاوہ کچھ یہ ہیں۔

۱۹۔ بچی کی پرورش کا حق

اس پر میں بچیوں کے حقوق کے ضمن لکھ چکی ہوں' یہاں اتنی وضاحت ضروری ہے کہ بچہ کو سات سال تک اور بچی کو بلوغت تک اپنے پاس رکھنے کا ماں کا حق ہے۔ طلاق یا خلع کی صورت میں جو شوہر اور اولاد چھین لیتے ہیں وہ ظلم کرتے ہیں' ارشادِ ربانی ہے: لاتضار والدة تنكحى. (۸۳)

جب تم نکاح ثانی نہیں کرتیں اس وقت تم ہی پرورش کی حق دار ہو' البتہ اخراجات شوہر کے ذمہ لازم ہیں۔

۲۰۔ عزت واحترام کا حق

ماں کی عزت واحترام باپ سے بھی زیادہ ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے ماں کو باپ پر ایک درجہ زیادہ حق دار قرار دیا ہے۔ ماں چاہے سگی ہو یا سوتیلی یا رضاعی (دودھ پلانے والی) یا غیر مسلم ہر حال میں یکساں ہے۔ اسی لئے واضح حکم دیا گیا کہ انہیں اف بھی نہ کہو۔ (۸۴) دادا' دادی' نانا' نانی اسی حکم میں ہیں۔

اگر خلاف شرع کوئی حکم دین تو اطاعت لازم نہیں لیکن بے عزتی کا پھر بھی حق نہیں ہے۔

۲۱۔ کفالت کا حق

ماں کی کفالت کا یعنی ان کے کھانے پینے' رہائش کے اخراجات شوہر کے بعد اولاد کے ذمہ ہیں' اگر اولاد کفالت نہ

کرے تو ماں ان عدالت سے انہیں پابند کرواسکتی ہے' البتہ اگر اولاد خود غریب ہو تو پھر وہ اس حق کا مطالبہ نہیں کرسکتی ہے۔

۲۲۔عقد ثانی کا حق

اگر کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو ماں کو دوسرے نکاح کا حق حاصل ہے۔ جیسا کہ میں اوپر نکاح کے حق میں لکھ چکی ہوں' ایسے موقع پر اولاد یا رشتہ داروں کو اسے اپنی غیرت کے خلاف سمجھنا غلط ہے۔

فرائض

حقوق کے ساتھ کچھ فرائض بھی لازم کئے گئے ہیں کہ بحیثیت ماں کے شوہر کی غیر موجودگی میں وہ گھر کی سرپرست ہے۔ جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ: والمرأۃ راعیۃ۔ (۸۵) لہٰذا شوہر کی غیر موجودگی میں اس کے مال کی حفاظت اپنی آبرو کی حفاظت اور اولاد کی اعلیٰ تربیت ماں کے فرائض میں شامل ہے' اس کے علاوہ وہی فرائض ہیں جن کا اوپر بیوی کے فرائض میں ذکر کر چکی ہوں۔

خواتین کے مشترکہ حقوق سیرت طیبہ کی روشنی میں

یہاں تک میں نے ان حقوق کا تذکرہ کیا ہے جو غالب درجہ میں قوانین کی کسی ایک حیثیت یعنی بیٹی' بہن' بیوی اور ماں سے متعلق تھے' اب یہاں میں حقوق کا تذکرہ کر رہی ہوں جو ان چاروں میں مشترکہ ہیں یعنی سب کے حقوق ہیں۔

۲۳۔زندگی کا حق

اسلام میں ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے اور ایک انسان کی زندگی بچانے کو سارے انسانوں کی زندگی بچانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ اہلِ عرب کے بعض قبائل میں بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم تھی' بچیوں کی پیدائش پر شرم سے منہ چھپا کر پھرتے تھے۔ انہیں قتل کرنے میں عزت کا تحفظ سمجھتے تھے۔ قتل کے پیچھے دو فلسفے تھے' ایک عزت کا تحفظ' دوسرا اسے زندگی بھر کھلانا پڑے گا' قرآن سورہ التکویر ۱۲۷ میں پہلے فلسفے اور سورہ انعام ۱۲۸ میں دوسرے فلسفے کا رد کیا ہے' اسلام کی بدولت عرب سے قبیح رسم ختم ہوگئی' لیکن زندگی ضائع کرنے کا حق پہلے بھی یورپ میں رائج تھا جیسے اسقاط حمل کی صورت اور اس کے پیچھے یہ فلسفہ تھا کہ جس نے پیدا کیا اسے مارنے کا بھی حق ہے' پھر ہندوؤں میں ''ستی'' کی رسم کے نام پر عورتوں کا قتل ہوتا رہا۔

اسلام نے خواتین کو زندگی کا تحفظ عطا فرمایا' حتیٰ کہ جہاد کے موقع پر آپ ﷺ نے ایک خاتون کی لاش دیکھی تو فرمایا:

نهى عن قتل النساء والصبيان.

''یعنی عورتوں اور بچے بچیوں کو ایسے موقع پر بھی قتل کی اجازت نہیں''

۲۴۔ وراثت کا حق

اسلام سے پہلے دنیا کے کسی مذہب میں عورت کو وراثت کا حقدار تسلیم نہیں کیا گیا۔

مولانا وحیدالدین خان لکھتے ہیں

قدیم دنیا میں مختلف توہماتی خیالات کے تحت عورت کو حقیر سمجھ لیا گیا تھا۔ اس کے نتیجے میں عورت کو جن حقوق سے محروم کیا گیا ان میں سے ایک جائیداد کا حصہ تھا۔ خاندان کی جائیداد میں عورت کا حصہ ختم کر دیا گیا یہ اسلام تھا جس نے تاریخ میں پہلی بار باقاعدہ طور پر عورتوں کا وراثتی حصہ مقرر کیا۔

اسلام کی آمد بہت انقلابی تھی' مثال کے طور پر اس نے عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں اگرچہ کم درجہ دیا مگر اس نے عورتوں کو جائیداد پر قانونی حق دیا جو کہ یورپ کے اکثر ملکوں کی عورتوں کو ۱۹ ویں صدی عیسوی تک بھی حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ حتیٰ کہ غلام بھی حق رکھتے تھے اور اہل ایمان کی جماعت کے اندر نہ ذات پات تھی اور نہ پیدائشی درجات اس انقلاب کی جڑیں ایک ایسے مذہب میں جمی ہوئیں تھیں جو کہ یہود کی مانند صرف دوسری زندگی سے تعلق نہیں رکھتا تھا بلکہ سب کچھ اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھے۔

اسلام نے عورت کو وراثت میں حق دلایا جبکہ اسلام سے پہلے عورت خود وراثت میں تقسیم ہوتی تھی' سورہ النساء ۱۳۲ میں اللہ تعالیٰ نے واضح حکم دیا کہ جتنا حصہ ملے گا عورت کو اس کا نصف حصہ ملے گا اور نصف دو وجہ سے ہے، ایک جہاد فرض نہ ہونے' دوسرے مہر و نان نفقہ شوہر پر لازم ہونے کے سبب۔

۲۵۔ برابری کا حق

اسلام نے تمام انسانوں کو بلا تفریق جنس برابر قرار دیا ہے۔ سورہ الحجرات میں فرمایا:

> ''ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا' پھر قومیں برادریاں بنائیں' تاکہ تعارف میں آسانی ہو' اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہ شخص ہے جو زیادہ متقی ہے''

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی اس کی وضاحت فرمادی ''الا بتقویٰ'' جو زیادہ اللہ سے ڈرتا ہے وہ زیادہ مرتبے والا ہے۔ کسی جنس نسل یا عہدہ کی بناء پر کوئی بڑا نہیں۔ (۸۶)

۲۶۔ ملکیت کا حق

خواتین کو ملکیت کا حق نہیں تھا' اسلام نے انہیں ملکیت کا حق دے کر ان کی شخصیت کو مکمل کیا۔ معروف مستشرق جرمن فاضلہ پروفیسر اینی میری شمل نے اپنے انٹرویو میں اعتراف کرتے ہوئے کہا میرے خیال میں یہ حقیقت بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے کہ قرآن مجید نے ساتویں صدی میں خاتون کو یہ غیر معمولی حق عطا کر دیا تھا کہ وہ نکاح کے بعد والدین کے گھر

جو مال و اسباب یا دولت لے کر آئے شادی کے بعد خود کمائے اس پر خالصتاً خاتون کا اختیار ہوگا' اور شوہر کو بیوی کے املاک اور جائیداد پر قطعاً کوئی اختیار اور حق حاصل نہیں۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس دور میں جبکہ یورپ میں خواتین سراسر مردوں کی محتاج تھیں۔ اسلام کتنا ترقی پسند دین تھا۔(۸۷)

اسلام کے عطا کردہ حقوق کا مغرب کے دیئے گئے حقوق سے تقابلی مطالعہ

اسلام کے عطا کردہ حقوق اور اس کی تاریخ مغرب میں چلنے والی تحریکات اور ان کے نتیجے میں ملنے والے حقوق کا آپ مطالعہ کر چکے، اب میں صرف چند باتیں عرض کرنا چاہوں گی۔

پہلی یہ کہ اسلام میں آج سے چودہ سو سال پہلے بغیر کسی مطالبہ کے ارشادِ خداوندی اور تعلیماتِ نبوی ﷺ کے ذریعے خواتین کو حقوق عطا کئے ہیں، جب کہ مغرب میں طویل تحریکوں، مزاحمتوں کے نتیجے میں خواتین نے حقوق حاصل کئے، دوسرے یہ کہ اسلامی حقوق وحی الٰہی کے ذریعے ملے، جس کی عین حکمت و معتدل ہونے میں شک نہیں جبکہ مغربی حقوق ردعمل اور تجربات کی بنیاد پر دیئے گئے جس کے جذباتی، غیر فطری غیر معتدل ہونے میں کوئی شک نہیں یہ اور بات ہے کہ اس کے نقصانات بھی رفتہ رفتہ سامنے آرہے ہیں'' حقوق انسانی کا عالمی منشور'' جس کا بہت چرچہ ہے اس کی پہلی دفعہ میں تمام انسانوں کو عزّت میں برابر قرار دیا گیا ہے جب کہ اسلام کا اصول ہے جو زیادہ متّقی ہے وہ زیادہ باعزّت ہے، دفعہ پانچ کی رو سے اسلامی سزائیں تشدد و ظلم قرار پاتی ہیں، دفعہ سولہ کے تحت بلا تخصیص مذہب آپس میں شادی کی جاسکتی ہے، جب کہ اسلام میں عورت کا غیر مسلم سے شادی کرنا حرام ہے، دفعہ ۱۸۔۱۹ کے تحت ہر شخص کو مذہب تبدیل کرنے اور آزادیٔ خیال کی اجازت دی گئی ہے جب کہ اسلام میں اس کی حدود و قیود ہے، سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین وغیرہ اسی شق کا ثمرہ ہیں۔ اس منشور میں فرد ہی سب کچھ ہے، مذہب کی کوئی حیثیت نہیں، خاندان اور معاشرہ کی حیثیت ثانوی درجہ رکھتی ہے۔ قاہرہ و بیجنگ کانفرنس بھی انہی انحرافی افکار کا خلاصہ ہیں۔ جس میں ممبر ممالک سے تقاضا کیا گیا ہے کہ عوام کو آزادانہ جنسی اختلاط اور استقاطِ حمل کے مواقع مہیا کیے جائیں اور ہم جنسی کو قانونی جواز دیں، اس پر صرف یہی کہوں گی۔

اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی　　　کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی

اسلام کے عطا کردہ حقوق کا ہندو مذہب کے عطا کردہ حقوق سے تقابلی مطالعہ

ہندو مذہب میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں ہے، انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ اتھکس کے مطابق عورت کبھی آزاد نہیں ہوسکتی وہ میراث نہیں پاسکتی، شوہر کے بعد بڑے بیٹے کی ماتحت ہوتی ہے۔(۸۸) ہندو شاستروں کا زور عورت کے فرائض پر ہے حقوق پر نہیں۔(۸۹) منو شاستر کے مطابق جو عورت صرف بیٹیاں پیدا کرے مرد اسے جدا کرسکتا ہے۔(۹۰) عورت کو دوسری شادی کی اجازت نہیں ہے۔(۹۱) بیوہ رہے یا ستی ہوجائے۔(۹۲) بیوگی کی صورت میں سر کے بال کٹیں

گے، سفید ساڑھی پہنے گی، زیورات نہیں پہنے گی، بیٹیوں کی زیرنگرانی رہے گی، معاشرتی ومذہبی تقریبات سے دور رہے گی۔(۹۳) تاکہ اس کی نحوست نہ پڑے۔ ہندو مذہب میں عورت کی اپنی کوئی شخصیت نہیں بلکہ منوسمرتی کے مطابق بچپن میں باپ کے، جوانی میں شوہر کے، بیوگی میں بیٹوں کے تابع ہوتی ہے۔(۹۴)اس کے مقابلہ میں اسلام میں عورت کی مستقل حیثیت تسلیم کی گئی ہے۔اس کو پوری آزادی ہے،شادی کرنے ،کاروباری معاملات طے کرنے، میراث حاصل کرنے اور جب چاہے دوسری شادی کرسکتی ہے، یا عزت کے ساتھ بیوگی کی زندگی گزارسکتی ہے۔ ہرقسم کی محفل میں شریک ہوسکتی ہے۔خلاصہ کلام ہرحیثیت میں مقدس ہے۔جبکہ ہندو مذہب میں ہرحیثیت میں ذلیل اور ثانوی درجہ کی مالک ہے۔

جس کے پیروں کے تلے جنت کے ایوان وچمن
جس کے دم سے جگمگاتا ہے شبستان سخن

حقوق نسواں کے سلسلے میں غیر مسلموں کے اعتراف

ایس پی اسکاٹ اعتراف کرتا ہے محمد ﷺ ہی واحد قانون عطا کرنے والے ہیں، جنہوں نے دنیا میں پہلی بار طبقہ نسواں کے لئے قوانین وضع کئے اور ان کے حقوق کو تحفظ دیا۔(۹۵) مسٹر پیئر کریپلس لکھتے ہیں، محمد ﷺ نے عورتوں کے حقوق کی ایسی حفاظت کی کہ اس سے پہلے کسی نے نہیں کی تھی۔(۹۶) جسٹس راجندر سچر نے کہا اسلام عورتوں کو جائیداد کے حقوق دینے میں بہت زیادہ فراخ دل اور ترقی پسند رہا ہے۔(۹۷)

پاکستان کے حوالہ سے حقوق نسواں کا تجزیہ وتجاویز

افسوس ناک بات یہ ہے کہ قیام پاکستان کو پچاس سال گزر چکے ہیں، مگر ہمارے تجربات کا سلسلہ جاری ہے، محسنِ انسانیت ﷺ کے عطا کردہ قوانین کو چھوڑ کر ہر کوشش کرلی ہے اور ناکامی رہی ہے۔آج بھی اس ملک میں جاگیردارانہ اور وڈیرہ جب چاہتے خواتین کو برہنہ کرکے ان کے جلوس نکالتے، وراثت ہضم کرنے کیلئے بہن بیٹیوں کو کاروکاری کی نذر کرا دے یا قرآن سے شادی کرادے، سرکاری کارندے جب چاہیں گھروں میں گھس کر تھانوں میں بند کرکے عزتیں پامال کریں جو بدمعاش چاہے عورت کی آبروریزی کرلے، کوئی تحفظ نہیں۔

گزارش ہے:

۱۔ خدارا ان تجربات کا سلسلہ ختم کرکے شرعی قوانین کا نفاذ کیجیے تاکہ رحمت خداوندی کا نزول ہو۔

۲۔ خواتین کے حقوق کے لئے قانون سازی کی جائے، جس میں ججز کے ساتھ شریعت کے ماہر علماء مساوی درجہ میں شامل ہوں۔

۳۔ احتسابی عدالتوں میں خواتین محتسبین کا تقرر عمل میں لایا جائے، جو تجربہ کار ہونیکے ساتھ عائلی قوانین پر ملکہ رکھتی

ہوں۔

۴۔ مذکورہ حقوق نسواں پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے۔

۵۔ وراثت کی تقسیم کا لازمی قانون نافذ کیا جائے تاکہ جاگیرداری کا خاتمہ ہو، اور خواتین کو وراثت میں حصہ ملے اور معاشی استحکام حاصل ہو۔

۶۔ کاروکاری کی سزا عمر قید رکھی جائے۔

۷۔ قرآن سے شادی پر سزا مقرر کی جائے۔

۸۔ بالجبر شادی کی صورت میں ایس ڈی ایم کو اختیار دیا جائے کہ وہ نکاح فسخ کرادے۔

۹۔ خواتین کو ملازمتیں فراہم کی جائیں تاکہ وہ معاشی مجبوری سے کسی زیادتی کا شکار نہ ہوں۔

۱۰۔ خواتین کی بے حرمتی پر شرعی سزائیں دی جائیں۔ میں امید کرتی ہوں حکومت اس کانفرنس کے توسط سے ان گزارشات پر غور کر کے عملی اقدامات کرے گی جس سے بیرون ملک اسلام اور خواتین کے وقار میں اضافہ ہوگا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت طیبہ ﷺ پر عمل کرنے اور اسے ملک میں نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

''این دعا از من واز جملہ جہان آمین باد''

مصادر و مراجع

۱۔ سورۃ التکویر، آیت ۸ تا ۹۔

۲۔ جدید تہذیبی کشمکش اور اس کا حل، الجمعیت پبلیکیشنز پاکستان۔

۳۔ سورۃ النساء، آیت ۳۴۔

۴۔ صحیح بخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری۔

۵۔ سورۃ الحجرات، آیت ۱۳۔

۶۔ اسلام میں انسانی حقوق، محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز، ص ۳۶، س ن ۲۰۰۹۔

۷۔ سورۃ النساء، آیت ۱۔

۸۔ دورِ جدید میں مسلمان عورت کا کردار، افضل الرحمٰن، محمد ایوب منیر، فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ لاہور، ص ۱۶۶، ۱۹۹۴۔

۹۔ ایضاً۔

۱۰۔ اسلامی دستور ۱۰ حیات، غلام احمد حریری، پبلیشرز اردو بازار لاہور، ص ۱۱۱ س ن ۱۹۹۰۔

۱۱۔ ویمن اینڈ فیملی کمیشن، جماعت اسلامی پاکستان، منصورہ ملتان روڈ لاہور، ص ۷، س ن۔

۱۲۔ عورت اسلامی معاشرے میں، سید جلال الدین عمری، اسلامک پبلیکیشنز پرائیوٹ لمیٹڈ لاہور، ص ۱۷، س ن ۱۹۹۶۔

۱۳۔ ایضاً۔

۱۴۔اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل، ساجد الرحمٰن صدیقی، ادارہ معارف اسلامی کراچی، ص ۸۲، سن ۱۹۷۳۔

۱۵۔ایضاً۔

۱۶۔عورت اسلامی معاشرے میں، سید جلال الدین عمری، اسلامک پبلیکیشنز پرائیوٹ لیمیٹڈ لاہور، ص ۱۸، سن ۱۹۹۶۔

۱۷۔ایضاً۔

۱۸۔اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل، ساجد الرحمٰن صدیقی، ادارہ معارف اسلامی کراچی، ص ۸۳، سن ۱۹۷۳۔

۱۹۔عورت اسلامی معاشرے میں، سید جلال الدین عمری، اسلامک پبلیکیشنز پرائیوٹ لیمیٹڈ لاہور، ص ۱۸، ۱۹، سن ۱۹۹۶۔

۲۰۔اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل، ساجد الرحمٰن صدیقی، ادارہ معارف اسلامی کراچی، ص ۸۳، سن ۱۹۷۳۔

۲۱۔ایضاً۔

۲۲۔ایضاً۔

۲۳۔ایضاً۔

۲۴۔ایضاً ص ۸۵۔

۲۵۔ایضاً۔

۲۶۔ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ، ڈاکٹر عبدالرشید، طاہر سنز کراچی، ص ۳۱، سن ۱۹۸۶۔

۲۷۔ایضاً۔

۲۸۔مادرِ کائنات، سرکار زینی جار چوی، شمع بک ایجنسی کراچی، ص ۲۶۵، سن ۲۰۰۰۔

۲۹۔اسلام اور دیگر مذاہب و معاشروں میں عورت کے حقوق و مسائل، عبداللہ مرعی بن محفوظ حامی، مترجم ثناء اللہ، مفتی، دارالاشاعت کراچی، ص ۳۶، ۳۷، ۲۰۰۱۔

۳۰۔ایضاً۔

۳۱۔عورت اسلامی معاشرہ میں، سید جلال الدین عمری، اسلامک پبلیکیشنز پرائیوٹ لیمیٹڈ لاہور، ص ۲۹، ۱۹۹۶۔

۳۲۔ایضاً۔

۳۳۔ایضاً۔

۳۴۔گوتم بدھ، کمار کرشن، ترتیب و ترمیم، خالد ارمان، لاہور نگارشات، ص ۱۵۸، ۱۵۹، سن ۲۰۰۱۔

۳۵۔کتاب مقدس (پرانا عہد نامہ) لاہور، بائبل سوسائٹی ۲۰۰۱ء، پیدائش ۳ آیت ۹ تا ۱۷۔

۳۶۔تالمود، ایچ پولانو، ترجمہ سٹیفن بشیر، گوجرانوالہ، مکتبہ عناویم پاکستان، ص ۱۷۹، سن ۲۰۰۳۔

۳۷۔صحیح البخاری ۴۴۔کتاب مقدس (پرانا عہد نامہ) لاہور، بائبل سوسائٹی ۲۰۰۱ء

۳۸۔پیدائش ۳، آیت ۲۱ تا ۲۲۔

۳۹۔پردہ، ابوالاعلیٰ مودودی، لاہور اسلامی پبلیکیشنز، ص ۲۰۔

۴۰۔تجلیاتِ سیرت، حافظ ثانی، کراچی فضلی سنز ص ۱۲۳، ۱۹۹۸۔

۴۱۔بنیادی حقوق، محمد صلاح الدین، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ص ۱۲۳، سن ۱۹۷۸۔

۴۲۔سورۃ الروم/۳۸۔
۴۳۔سورۃ البقرہ/۱۷۷۔
۴۴۔سورۃ البقرہ/۹۰۔
۴۵۔حقوق العباد، مولانا اشرف علی تھانوی، ص ۳۲
۴۶۔ایضاً ص ۳۴۔
۴۷۔ایضاً ص ۳۹۔
۴۸۔ایضاً ص ۴۰۔
۴۹۔تجلیاتِ سیرت، حافظ ثانی، کراچی فضلی سنز، ص ۱۱۵، ۱۹۹۸۔
۵۰۔ایضاً ص ۱۱۶۔
۵۱۔سورۃ الکھف /۴۶۔
۵۲۔ففروا الی اللہ ابی ذر القلمونی (مکتبہ ابن تیمیہ قاھرہ)، ص ۱۸۹۔
۵۳۔دورِ جدید میں مسلمان عورت کا کردار، افضل الرحمٰن، محمد ایوب منیر، فیروز سنز پرائیوٹ لیمیٹڈ لاہور، ص ۸۴، ۱۹۹۴۔
۵۴۔المرجع فی الحضارۃ العربیۃ الاسلامیۃ الدکتور ابراھیم سلیمان الکردی، (ذات السلاسل الکویت ۱۹۷۸ء)، ص ۴۱۵۔
۵۵۔ایضاً ص ۴۱۷۔
۵۶۔نظام الحکومۃ النبویۃ المسمّی التراتیب الاداریۃ، عبدالحی الکتانی (دار الکتاب العربی بیروت)، جلد ۱، ص ۴۹ اور جلد ۲، ص ۴۳۲۔
۵۷۔سورۃ التحریم /۶۔
۵۸۔کتاب البر والصلۃ ابی الفرج، عبدالرحمٰن ابن الجوزی (المکتبہ التجاریۃ مکہ ۱۹۹۳ء)، ص ۱۴۶۔
۵۹۔جامع الاصول، محمد بن الاثیر الجزری (دار الفکر بیروت ۱۹۹۷)، جلد ۴، ص ۶۵۷، حدیث نمبر ۲۷۴۸ اور ریاض الصالحین امام النووی (دار احیاء الکتب العربیۃ قاہرۃ)، ص ۱۴۹۔
۶۰۔الجامع فی الحدیث عبداللہ بن وھب بن مسلم القرشی (دار ابن الجوزی الریاض ۱۹۹۶)، جلد ۲، ص ۶۱۰ اور مسند احمد، جلد ۲، ص ۴۵۴۔
۶۱۔سورۃ الحقاف/۱۵۔
۶۲۔الترغیب والترھیب للمنذری، جلد ۳، ص ۳۱۷۔
۶۳۔حقوق العباد، مولانا اشرف علی تھانوی، ص ۹۳۔
۶۴۔جامع الترمزی (مکتبہ رشیدیہ دہلی) جلد ۲، ص ۱۳۔
۶۵۔کتاب عشرۃ النساء: النسائی، ص ۲۵۷ اور الادب الامفرد للبخاری، حدیث نمبر ۷۴۸ اور صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب فضل النفقۃ علی العیال، حدیث نمبر ۳۸۔
۶۶۔سورۃ النحل/۹۷، سورۃ النساء/۱۲۴ اور سورۃ الاحزاب /۳۸۔
۶۷۔اسلام میں خواتین کے حقوق، شہید مرتضیٰ مظہری، ص ۱۰۳۔
۶۸۔صحیح البخاری، کتاب النکاح، جلد ۳، ص ۹۴۔

٦٩۔صحیح البخاری، جلد نمبر٣،ص٧٥٦۔

٧٠۔سورۃ النساء/٤۔

٧١۔سورۃ النساء/٢٤،اس کی تائید سورۃ المائدہ /٥اور سورۃ النساء/٢٠سے بھی ہوتی ہے۔

٧٢۔سورۃ الطلاق/٦۔

٧٣۔سورۃ الطلاق/٧،سورۃ البقرہ /٢٢٨،سورۃ النساء/١٩۔

٧٤۔سنن ابوداؤد، کتاب النکاح باب فی حق المرأۃ علی زوجہ،حدیث نمبر٢١٤٢اور سنن ابن ماجہ،کتاب النکاح باب حق المرأۃ علی الزوج،حدیث نمبر١٨٥٠۔

٧٥۔عورت اسلامی معاشرہ میں،سید جلال الدین عمری،اسلامک پبلیکیشنز پرائیوٹ لیمیٹڈ لاہور، ص٣٦٦، ١٩٩٤،بحوالہ السنن الکبریٰ بیہقی،جلد٧،ص٢١٥۔

٧٦۔سنن ابوداؤد،حدیث نمبر٢١٣٣،جامع ترمذی،حدیث نمبر١١٤١اور کتاب عشرۃ النساء،حدیث نمبر٤۔

٧٧۔سورۃ الطلاق/ ٦٥۔

٧٨۔ایضاً۔

٧٩۔کتاب عشرۃ النساء النسائی،ص٢٢٥،

٨٠۔ایضاً ص٢٥١اور صحیح البخاری،جلد٣،ص٧٥٦۔

٨١۔حقوق العباد،مولانا اشرف علی تھانوی،ص١٠٤۔

٨٢۔سورۃ الاحقاف /١٥،آیت کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

٨٣۔سنن ابوداؤد،باب من احق بالولد،جلد٢،ص ١٨٥۔

٨٤۔حقوق العباد،مولانا اشرف علی تھانوی،ص٩٢تا٩٣۔

٨٥۔صحیح البخاری،جلد٣،ص٧٥٦اور کتاب عشرۃ النساء النسائی،ص٢٥١،

٨٦۔سورۃ الحجرات/١٣۔

٨٧۔محسن انسانیت اور حقوق انسانی ،ص١٠٠۔

٨٨۔Encylopedia of Religion and Ethics New York 1921 Vol.5 page no.271.

٨٩۔مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ،غلام رسول،ص ١٢٠۔

٩٠۔تمدن ہند گستاؤلی بان،مترجم،سید بلگرامی،ص٢٥٠،بحوالہ منوشاستر نواں باب٨٢۔

٩١۔الھنود،مرزا محمد کاظم برلاس،مطبع گلزار احمدی مرادآباد ١٨٧٦۔

The position of women in Hindu civilization

by A.S Altekar (Behar India 1956.)

٩٢۔ابوریحان البیرونی،سنگِ میل پبلیکیشنز لاہور،١٩٥٨،ص٣٦٢۔

٩٣۔Women in Religion by Jeow Hom(25th Floral street London U.K, 1994.

۹۴۔منوسمرتی،ص۲۰۲۔

۹۵۔تجلیات،حافظ محمد ثانی،ص۲۳۰۔

۹۶۔ایضاً۔

۹۷۔ایضاً،ص۲۲۰۔